۶ر جولائی ۲ء
ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

قیام پاکستان اور مذہبی طبقات کی ذمہ داریاں

—— اٹھو ورنہ حشر نہیں ہو گا پھر کبھی

—— ڈاکٹر اسرار احمد کا انتباہ

ایم کیو ایم کی خونیں سیاست

مجرم حکمرانوں کو کٹہرے میں کون لائے گا؟

—— تجزیہ

تحریک آزادی کشمیر سازشوں کے نرغے میں ہے

—— ایک واقف حال کے مشاہدات

... اور وزیر اعظم نے اپنی سنچری مکمل کر لی! (انتخاب)

گوجرانوالہ میں تحریک خلافت کی سرگرمیاں

تربیتی اجتماع اور جلسے کی مختصر روداد

وقائع نگار

تحریک خلافت پاکستان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک متوازن رفتار کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ دین کا درد رکھنے والے مسلمان تحریک میں شمولیت اختیار کر رہے ہیں۔ کسی بھی تحریک کے آگے بڑھنے کے لیے لازمی ولابدی ہے کہ اس کے ارکان اپنی تحریک کے فکروفلسفہ سے بخوبی آگاہ ہوں اور منظم انداز میں اپنی منزل کی طرف حرکت کریں۔ اسی ضرورت کے احساس کے تحت تحریک خلافت گوجرانوالہ ڈویژن کی کوئنگ کمیٹی نے ۱۹ جون کو معاونین تحریک خلافت کا ایک تربیتی و تنظیمی اجتماع کرنے کا فیصلہ کیا۔

تربیتی اجتماع سمال انڈسٹریز اسٹیٹ میں واقع مسجد زینب میں صبح ساڑھے نو بجے تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوا۔ قرآن مجید کی تلاوت کی سعادت معاون تحریک جناب عبدالرزاق صاحب "گجرات" نے حاصل کی جس کے بعد محمد اشرف ڈھلوں صاحب نے معاونین تحریک خلافت کو ان کی تشریف آوری پر خوش آمدید کہا اور پروگرام کی تفصیل بتائی۔ اجتماع میں پہلی گفتگو بھی انہی کو کرنا تھی۔ گفتگو کا عنوان "اسلام بحیثیت دین" یا "مکمل ضابطہ حیات" تھا۔ ڈھلوں صاحب نے اپنی گفتگو کا آغاز قرآن مجید کی مشہور و معروف آیہ کریمہ۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا اور " ان الدین عند اللہ الاسلام" سے کیا اور بتایا کہ بقول قرآن مجید' اللہ تعالیٰ نے اپنا دین کامل کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو ہمیشہ دین اسلام ہی عطا ہوا ہے۔ مکمل ضابطہ حیات اس نظام زندگی کو کہا جا سکتا ہے جو انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی تمام گوشوں کے لئے مکمل نظری و عملی رہنمائی عطا کرے۔ اگر زندگی کے بعض گوشوں کے لئے رہنمائی میسر نہ ہو تو وہ مکمل ضابطہ حیات نہیں کہلا سکتا۔

اس گفتگو کے بعد پروفیسر میاں محمد یعقوب صاحب نے "فرائض دینی کا جامع تصور" کے موضوع پر بڑا موثر خطاب کیا۔ انہوں نے فرمایا مسلمان کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ خود اللہ کا بندہ بنے' اللہ کا حقیقی عبد بن جائے۔ عبد حقیقی بننے کے راستے میں نفس آڑے آتا ہے۔ البتہ اگر ایمان حقیقی مضبوط ہو گا تبھی صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ بن سکے گا۔ محض رسومات کا پورا کر دینا اس کے کام نہ آ سکے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ فرائض دین کی بلند و بالا عمارت کو ایمان کی مضبوط ترین بنیاد پر قائم کرے۔

اس کے بعد ڈھلوں صاحب نے معاونین تحریک خلافت کو یاد دہانی کے لئے عرض کیا کہ آپ نے تحریک خلافت کے معاون بنتے وقت یہ وعدہ کیا ہے کہ ہم اس دین کے لئے تن من دھن لگا دیں گے۔ مسلمان کو اپنے وعدہ کی پاسداری کرنی چاہیے اور اگر کوئی اس وعدہ کو زیادہ اہمیت کا حامل نہ سمجھے تو اسے جان لینا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی عالم ارواح میں وعدہ کر کے آیا ہوا ہے اور اللہ اس سے جلد ہی پوچھنے والے ہیں۔ اس کا خیال ہے تو دین کے کام کے راستے میں دنیوی آسائشوں کو رکاوٹ نہ بننے دیجئے۔

بعد ازاں معاونین تحریک خلافت نے اظہار خیال فرمایا اور تجاویز دیں سب سے پہلے کنوینر تحریک خلافت گوجرانوالہ ڈویژن جناب شیخ امجد انعام صاحب نے تعارف کے بعد فرمایا کہ ہم تحریک خلافت کو گوجرانوالہ میں منظم کرنے کے لئے محلہ جاتی کمیٹیاں بنانا چاہتے ہیں' اس کے لئے آپ حضرات تعاون کریں۔ صدیق احمد چودھری ایڈووکیٹ "ممبر خلافت کمیٹی گوجرانوالہ" مولانا محمد اسحاق' رانا محمد اسلم 'محمد اقبال جماعتی اور افتخار احمد گورائیہ نے بھی اظہار خیال فرمایا۔ پھر

(باقی اندرونی سرورق کے دوسری جانب)

مقررین دائیں سے بائیں: ناظم تحریک خلافت جناب عبدالرزاق' شیخ امجد انعام' محمد صدیق ایڈووکیٹ' مولانا محمد اسحاق' مرزا ندیم بیگ' محمد امین شاد اور محمد اشرف ڈھلوں

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

جلد ۱ شمارہ ۲۴
۶ر جولائی ۱۹۹۲ء

مدیر
اقتدار احمد
معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیم اسلامی
مرکزی دفتر: ۶۷-اے، علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور
مقامِ اشاعت
۳۶-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

قیمت فی پرچہ -/۳ روپے

سالانہ زرتعاون (اندرونِ پاکستان) -/۱۲۰ روپے

زرتعاون برائے بیرونِ پاکستان
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت ---- ۱۶ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش ---- ۱۲ " "
افریقہ، ایشیا، یورپ ---- ۱۷ " "
شمالی امریکہ، آسٹریلیا ---- ۲۰ " "

افتتاحیہ

... اور وزیر اعظم نے اپنی سینچری مکمل کرلی!

فلک پیر ایک کھلنڈرے جوان کو لاہور کے جم خانہ کلب میں چوکے لگاتے دیکھ کر نہال ہو رہا ہے۔ چھوٹا سا بلما مورے آنگنا میں گلی کھیلے۔ یہ جوان اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پہاڑوں جیسے مسائل کا وہ بوجھ اٹھائے ایک ایک رن کے لئے دوڑ لگاتا ہے جسے کمر پر لاد کر اپنے قدموں پر کھڑے رہنا بھی کسی بڑے سے بڑے رستم زماں کا پتہ پانی کرنے کو کافی ہے لیکن تل کی اوٹ میں پہاڑ او جھل ہو سکتا ہے تو گیند تل سے تو بہرصورت بڑی شے ہے۔

جام شورو کے نواح سے اٹھنے والی تاریک راہوں میں مارے گئے مظلوموں کے خون ناحق کی بو ابھی ہوا میں تحلیل نہیں ہوئی، شاہ بندر کے قریب سمندر کی لہریں اب تک مبینہ "تخریب کاروں" کی پر اسرار ہلاکت پر نوحہ کناں ہیں، کراچی اور سندھ کے دوسرے کئی شہروں میں عقوبت خانوں کے سامنے مائیں اپنے ان جگر گوشوں کا ماتم کررہی ہیں جنہیں فاتحہ میسر ہوئی نہ درود، قوم کی بیٹیاں حکمرانوں کے سامنے اپنی عصمتوں کی وہ چادریں پھیلائے کھڑی ہیں جنہیں انسان نما درندوں نے اہل حشم کی سرپرستی میں تار تار کردیا، دارالحکومت کے زیر سایہ بنی گالا میں "فرض شناس" انتظامیہ نے ظلم و تشدد کی ایک نئی داستان رقم کردی ہے جس کی ابھی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی، اسلام پورہ میں شیخ اسماعیل کی سسکیاں ۲۷ گھنٹوں کے پھیل کر ۳۶۵ دن ہوجانے پر کربناک چیخوں میں تبدیل ہوگئی ہیں جن میں اس کے ۱۳ افراد خانہ کے لہو کی پکار بھی شامل ہے، جھنگ میں بے موسم کی برسات کی طرح آئے دن خون کے چھینٹے پڑتے ہیں لیکن گیند باؤنڈری کراس کرگئی ہے --- چوکا!۔

کالا باغ ڈیم بنے نہ بنے موٹروے تو بنے گا، جماعت اسلامی تین حرف بھیج گئی تو کیا اب اے این پی کو بھی روٹھ جانے دیا جائے؟۔ ایم کیو ایم کی ملک و قوم کو ضرورت نہیں رہی کیونکہ وہ دہشت گرد تنظیم ثابت ہوئی ہے لیکن اس کے وزراء تو ہمارے پیارے راج دلارے اور اس کے ایم این اے اور ایم پی اے ہماری حکومت کی جان ہیں، اپنی ان کھوئی ہوئی بھیڑوں کو تلاش کرنے اور ان کو نہلا دھلا کر بالوں میں کنگھی کرنے کے لئے خاص الخاص وزیر کراچی بھیج تو دئے ہیں!۔ بنکوں کے قرضے بغیر ڈکار لئے ہضم کرجانے والے ساتھی سنگیوں اور کروڑوں اربوں میں رقمیں معاف کروانے والے غریب دوستوں کی فہرستیں شائع کرنے کا حکم جاری کر نہیں دیا تھا!۔ اب اہل کار سہمے پھرتے ہوں یا کام چوری کریں تو اس میں قصور کس کا؟۔ کوآپریٹوز کے سود خود متاثرین اب تک روتے دکھائی دیتے ہیں تو اصل میں ان کی شکلیں ہی اللہ میاں نے ایسی بنائی ہیں ---- میاں باؤلر! باؤنسر پھینکتے ہو، لو ایک اور چوکا!

دنیا پر ایک رنگ آتا ہے، ایک جاتا ہے۔ ہر طرف اتھل پتھل کی ہیجانی کیفیت ہے۔ زمانے کے انداز بدلے گئے، نیا راگ ہے ساز بدلے گئے۔ یہ ڈپلومیسی بھی ایک عذاب ہے، کون جی کے اس جنجال کو پالے۔ ایک وزیر مملکت کو واشنگٹن روانہ کردیا ہے، وہ جانے اور بیکر صاحب جانیں۔ مجھ کو زمانے سے غرض، مٹنے مٹانے سے غرض ---- ہاں یہ ہوا ایک اور چوکا!۔

فرقہ واریت کے عفریت نے قوم کو نگلنے کی ٹھان لی ہے، امن و امان غائب ہوگیا ہے، تو دلوں کا سکون و قرار کونسا رخصت نہیں ہوا، مہنگائی نے غریبوں کی کمر توڑ ڈالی اور ٹیکسوں کی بھرمار نے لوگوں کا ناک میں دم کردیا ہے تو اس میں حکومت کا کیا قصور!۔ دنیا تو ہے ہی دارالامتحان۔ لوگو، اپنی اپنی فکر کرو، اپنا اپنا بوجھ خود اٹھاؤ ---- آہا یہ آئی نا آسان سی بال، ایک اور چوکا!

... اور وزیر اعظم نے اپنی سینچری مکمل کرلی۔○○

الھدیٰ

سورۃ البقرہ
آیات ۱۰۸ تا ۱۱۰

ترجمانی: حافظ عاکف سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسولؐ سے سوال کرو جس طرح کے سوال اس سے پہلے موسیٰؑ سے کئے گئے تھے' اور جو کوئی ایمان کو کفر سے بدلے گا تو وہ بھٹک گیا سیدھی راہ سے ○

(کہ مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو یہود کے سکھائے پڑھائے ہوئے سوال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں کر رہے ہیں وہ در حقیقت کوئی کار خیر سرانجام نہیں دے رہے۔ بلکہ وہ نادانستہ طور پر یہود کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں اس لئے کہ وہ اکثر سوالات استفہام کی غرض سے نہیں بلکہ محض اعتراض کے طور پر کیا کرتے تھے اور ان سوالات کے ذریعے یہود چاہتے تھے کہ سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات اور وساوس پیدا کریں۔ یہود کا معاملہ یہ تھا کہ وہ اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کٹ حجتیاں کرتے رہے اور ہر معاملے میں بال کی کھال اتارنے کے لئے طرح طرح کے سوالات کیا کرتے تھے جس کا تمامتر نقصان خود انہی کو پہنچتا تھا کہ سوالات کے نتیجے میں احکام شریعت کا دائرہ ان کے گرد مزید تنگ ہو جاتا اور ان پر عمل کرنا ان کے لئے دوبھر ہو جاتا' یا پھر ان کے سوالات اعتراض کی نوعیت کے ہوتے تھے جو خود ان کے ایمان کے زوال کا سبب بن جاتے تھے۔ مسلمانوں کو تنبیہہ کردی گئی کہ کہیں تم یہ روش اختیار نہ کرنا مبادا یہود کی طرح تم بھی جادۂ مستقیم سے بھٹک جاؤ!)

بہت سے اہل کتاب یہ چاہتے ہیں کہ وہ تمہیں پلٹا دیں ایمان کے بعد کفر کی حالت میں' محض اپنے دلی حسد کے باعث' اس کے بعد کہ واضح ہو چکا ہے ان پر حق'

(کہ کسی کو یہ مغالطہ لاحق نہ ہو کہ یہود یہ سب کچھ مسلمانوں کی خیر خواہی اور بھلائی کے خیال سے کر رہے ہیں اور طرح طرح کے سوالات مسلمانوں کو محض اس لئے سمجھا اور سکھا رہے ہیں کہ مسلمان حق کو پہچان سکیں اور اندھیرے میں ٹھوکر نہ کھائیں' بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اس طرح کے ہتھکنڈوں سے یہ مسلمانوں کو راہ حق سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ اس حقیقت سے خوب اچھی طرح واقف ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول اور قرآن اللہ کا نازل کردہ کلام ہے لیکن ان کی شدید آرزو ہے کہ کسی طرح تمہیں دولت ایمان و اسلام سے محروم کردیں۔ یہ سب کچھ اس حسد کی کرشمہ سازی ہے جس کی آگ ان کے سینوں میں دہک رہی ہے)

پس تم درگزر کرو اور نظر انداز کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمائے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○

(اے مسلمانو' یہود کی ان سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے تم دل شکستہ مت ہونا' ان کی مخالفانہ سرگرمیوں پر نگاہ ضرور رکھو لیکن فی الحال درگزر سے کام لو اور نظر انداز کرتے رہو یہاں تک کہ ان کے بارے میں اللہ کا فیصلہ آجائے۔ اللہ کا یہ فیصلہ اس شکل میں ظاہر ہوا کہ عہد شکنی کی پاداش میں یکے بعد دیگرے یہود کے تینوں قبیلوں کو مدینہ سے جلاوطن کردیا گیا)

اور قائم رکھو نماز اور ادا کرتے رہو زکوٰۃ اور جو نیکی بھی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اسے پاؤ گے اللہ کے پاس' یقیناً جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے ○

(یہود کی سازشوں کے مقابلے میں تمہارا طرز عمل یہ ہونا چاہیے کہ تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت میں مزید پختہ ہو جاؤ۔ نماز قائم رکھو' زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو۔ اس بات کا یقین رکھو کہ تمہاری کوئی نیکی ضائع نہیں جائے گی' روز قیامت تم اپنی ہر نیکی کو اپنے سامنے موجود پاؤ گے' اور یہ حقیقت ہر دم تمہارے ذہن نشین رہنی چاہیے کہ تمہارا ہر ہر عمل اور تمہاری ہر ہر حرکت اللہ کی نگاہ میں ہے!)

ایم کیو ایم کی سیاست کا پہلا خونیں باب

مجرم حکمرانوں کو کٹہرے میں کون لائے گا؟

کیا فوج ضیاء حکومت کے جرائم کا کفارہ اور ازالہ کرسکے گی؟

عبدالکریم عابد

ایم کیو ایم کی تاریخ کا ایک باب تو ختم ہوگیا' دوسرا باب شروع ہوسکے گا یا نہیں اور ہوگا تو کس طرح' اس کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا لیکن پہلے باب کا آغاز اور انجام دونوں المناک ہیں۔ اس کا آغاز پٹھانوں اور پنجابیوں کے ساتھ جھگڑے سے ہوا' کراچی کے رکشہ' ٹیکسی اور منی بس چلانے والے پٹھان کراچی کے شہریوں کے غم و غصہ کا نشانہ بنتے رہے ہیں لیکن یہ پہلی بار ہوا کہ لسانی عصبیت کے نعروں کی گونج میں پٹھان ڈرائیوروں کو زندہ جلا دیا گیا' مختلف علاقوں میں پنجابیوں کے گھروں پر نشانات لگا دئے گئے اور وہ خوف زدہ ہو کر مہاجر آبادیوں سے نکلنے لگے۔ بہت سوں نے اس شہر کو ہی خیرباد کہہ دیا۔ یہ ضیاء الحق صاحب اور ان کے وزیراعلیٰ غوث علی شاہ کا دور تھا۔ غوث علی شاہ کو جی ایم سید کی فرمائش پر وزیراعلیٰ بنایا گیا تھا اور وزیراعلیٰ کی کوشش کے نتیجے میں الطاف حسین جی ایم سید کے عقیدت مند اور مداح بن گئے تھے۔

سید صاحب نے کافی عرصہ پہلے اپنے پیروکاروں سے کہا تھا کہ اصل مسئلہ مہاجروں کا نہیں' وہ تو جو آنے تھے آگئے اور اب یہیں رہتے ہیں۔ ان کی کمائی بھی اسی سرزمین میں خرچ ہوتی ہے' اصل مسئلہ باہر سے لگاتار آنے والے پنجابی اور پٹھان ہیں جن سے تنہا لڑنا سندھیوں کے بس کی بات نہیں۔ چنانچہ انہیں مہاجروں سے اتحاد قائم کرنا ہوگا۔ اس نئے فلسفہ کے تحت مہاجر قوم پرست اور جیئے سندھ ایک دوسرے کے قریب ہوگئے۔

قوم پرست مہاجروں اور سندھیوں کی قربت کا پہلا اظہار محمود الحق عثمانی کی جانب سے پانچویں قومیت کے نعرے کے بعد ہوا۔ وہ نیپ سے الگ ہوگئے۔ مہاجر قوم پرستوں کا ایک چھوٹا سا گروہ تشکیل پایا جس کا ایک دماغ رئیس امروہی بھی تھے۔ انہوں نے پاک بھارت پریم سبھا کی بنیاد بھی رکھی تھی اور اس حیثیت میں بھارت کا دورہ کیا لیکن محمود الحق عثمانی ہوں یا رئیس امروہی' کسی میں تنظیمی صلاحیت نہیں تھی' یہ صلاحیت رئیس صاحب کی قائم کردہ اردو قومی کونسل کے ان نوجوانوں میں تھی جو مہاجر سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے نام سے کام کررہے تھے اور جن کے وجود کو حقیر سمجھا جاتا تھا۔ انہی حقیر لوگوں میں ایک نوجوان الطاف حسین بھی تھا جو فنڈز کے حصول کے لئے اہل ثروت کے دروازے کھٹکھٹاتا تھا۔ بیگم سلمیٰ احمد' سے کچھ رقم اسے کبھی کبھار مل جایا کرتی تھی' بعض ریٹائرڈ شیعہ بیورو کریٹس بھی معمولی سی مالی سرپرستی کردیا کرتے تھے لیکن خدا نے اگر چھپر پھاڑ کر دیا تو غوث علی شاہ کے زمانے میں دیا۔

اور یوں جب فنڈز مل گئے تو مہاجر قومیت کے مردہ نعرہ میں نئی جان پڑ گئی۔ اس کا پہلا تصادم پٹھانوں پنجابیوں کے ساتھ ہوا اور یہی جی ایم سید چاہتے تھے مگر رسول بخش پلیجو نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ سید صاحب نے جو جال دوسروں کے لئے بنا ہے اس میں خود سندھی پھنس جائیں گے۔ اور یہ نیا ایم کیو ایم بھی ہر پھر کر پنجابی پٹھان متحدہ محاذ میں تبدیل ہو جائے گا۔ پلیجو کا تجزیہ صحیح ثابت ہوا۔ ان کا مکتب فکر اس پر زور دیتا تھا کہ ہمیں پنجاب کے دانشوروں اور پنجاب کی بیورو کریسی کو اپنا دوست بنانا چاہیے۔ اور یہ کہ مہاجر ہی اصل میں سندھ کے لئے خطرہ ہیں اور ان سے نبٹنے کے لئے پنجاب کے ترقی پسند دانشور اور پنجاب کے قدیم بیورو کریٹس مفید ثابت ہوسکتے ہیں۔ زمیدارانہ جاگیردارانہ سطح پر بھی پنجاب سندھ کے رشتے ہیں اس لئے ہمارا ہدف پنجابی نہیں مہاجر ہونا چاہیے۔ پلیجو نے ایم کیو ایم اور سید صاحب کے اتحاد پر تلخ و تند تبصرے کئے۔

سندھ میں ایک مسئلہ اور بھی تھا کہ مارشل لاء کے ساتھ مارشل لاء کی ذریات میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ مارشل لاء کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی

علاقے میں داخل ہوتا ہے تو اپنے ساتھ اپنا ہم نوا طبقہ بھی رکھتا ہے اور سندھ میں مارشل لاء کے اس ہم نوا طبقہ میں اوپر کی سطح پر پنجاب کے بیورو کریٹس اور کراچی کے تاجر و صنعت کار تھے لیکن نچلی سطح پر پٹھان مولویوں ' پٹھان منشیات فروشوں ' پٹھان اسلحہ فروشوں ' پٹھان ٹھیکیداروں ' پٹھان سود خوروں اور پٹھان محنت کشوں کو ایک خاص اہمیت اور سرپرستی حاصل ہوگئی تھی ۔

سندھی قوم پرستی کے توڑ کے لئے بھی جناب غوث علی شاہ نے ایم کیو ایم کو استعمال کیا ۔ سہراب گوٹھ کا مہاجر پٹھان تصادم اسی منصوبہ بندی کا نتیجہ تھا ۔ اس منصوبہ بندی کی زد پٹھان مولویوں پر بھی پڑی جو سواد اعظم کے نام سے شیعہ سنی جھگڑے میں فریق تھے ۔ یہ جھگڑا بھی قومی سیاسی جماعتوں کو توڑنے کے لئے کراچی میں خفیہ ایجنسیوں نے کھڑا کیا تھا اور یہ انتہا پر پہنچ جاتا لیکن خدا ایک شر کا دوسرے شر سے دفیعہ کرتا ہے ۔ ایم کیو ایم کی مہاجر عصبیت کا زور ہوگیا تو اس سے شیعہ سنی کشمکش ختم ہوگئی ۔ شیعہ حضرات ویسے بھی پہلے ہی سے پٹھانوں کے خلاف جلے بھنے رہتے تھے کیونکہ وہ اپنے مولویوں کی تحریک پر فرقہ وارانہ فساد میں ایسی لڑائی لڑتے تھے کہ مہاجر شیعوں کے لئے ان کا مقابلہ ممکن نہیں تھا چنانچہ جب مہاجر پٹھان جھگڑا شروع ہوا تو شیعوں نے ایم کیو ایم کو اپنی جماعت خیال کیا اور اس لسانی لڑائی میں دامے درمے سخنے آگے آگے رہے ۔

ایک آتش مزاج گروہ بہاریوں کا بھی تھا ۔ ضیاء الحق کے حامی بہاری لیڈر ان پر اپنا کنٹرول قائم نہیں رکھ سکے اور یہ طاقت بھی ایم کیو ایم کے پلڑے میں چلی گئی ۔ یہ لوگ بھی لڑائی جھگڑے اور ہنگامہ برپا کرنے کے فن سے واقف تھے ۔ عام مہاجر نوجوانوں کا مسئلہ یہ تھا کہ ان کے مسائل پر کوئی سیاسی رہنما یا سیاسی جماعت بات نہیں کرتی تھی ۔ قومی رہنما مہاجر مسائل پر گفتگو کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ ان باتوں کو تیسرے چوتھے درجے کے لیڈروں کے لئے چھوڑ دیا جائے خود اس میں ملوث نہ ہوا جائے ۔ ان کی اس شان بے نیازی کے نتیجے میں مہاجروں کے احساس محرومی کا مداوا کرنے والا کوئی نہیں تھا ۔

ادھر مہاجر اپنی آگ میں جلتے رہے اور جب الطاف حسین مہاجر قومیت کے نعروں کے ساتھ زور و شور سے اٹھے تو فضا ان کے لئے ہموار تھی ۔ نہ صرف نوجوان لڑکے جوق در جوق ایم کیو ایم سے وابستہ ہونے لگے بلکہ پہلی بار مہاجروں کے طبقہ نسواں میں زبردست ہلچل برپا ہوئی ۔ ستر سالہ بڑھیا سے لے کر پندرہ سولہ سال کی لڑکیاں تک ایم کیو ایم کی دیوانی اور وارفتہ ہوگئیں ۔ اس وارفتگی نے جماعت اسلامی اور جمعیت العلمائے پاکستان کی قیادت کو ختم کردیا اور بائیں بازو کے نوجوان بھی پیپلزپارٹی سے ٹوٹ کر ایم کیو ایم کی صفوں میں آگئے ۔ ہر طرف الطاف بھائی اور ایم کیو ایم کے لئے ایک دیوانگی تھی اور ان دیوانوں کو الطاف حسین کا مشورہ یہ تھا کہ ٹی وی بیچ دو کلاشنکوف خرید لو ۔ اس طرح سیاست نے ایک نیا پلٹا کھایا۔۔۔

ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین کی شخصیت ایک معمہ ہے ۔ غیر شادی شدہ نوجوان ' بے خوابی کا مریض ' مالیخولیائی کیفیت لیکن دھن کا پکا اور اپنا مطلب ہر وقت ذہن میں تازہ رکھنے والا ۔ اس کے دوست بھی اس مطلب کے تحت ہوتے اور بدلتے رہتے تھے ۔ دوستیاں بدلنے کا مظاہرہ جس تیزی طراری کے ساتھ اس نوجوان قائد نے کیا ' وہ بے مثال ہے ۔ نیپ سے علیحدہ ہو کر پانچویں قومیت کا نعرہ بلند کرنے والے بائیں بازو کے دانشوروں کی دانش سے اس نے فائدہ اٹھایا لیکن رات دن کے ملنے والے ان لوگوں کو الطاف حسین نے ردی مال قرار دیا اور ان سے مکمل طور پر صرف نظر کر لیا ۔ ایک صاحب اختر علی رضوی ہیں اور سندھی ادبی بورڈ میں کام کرتے تھے ' جی ایم سید کے قریب ہوگئے اور الطاف حسین کو بھی سید صاحب کے قریب کیا۔ انتخابات کا معرکہ جب ایم کیو ایم نے جیتا تو عام خیال تھا کہ اختر رضوی کو شہر کا میئر بنایا جائے گا مگر وہ بے چارے ذہنی امراض کے ایک ہسپتال میں داخل ہونے پر مجبور ہوگئے ۔ اب کوئی ان کا نام بھی نہیں جانتا ۔

شیعہ حضرات سے الطاف صاحب کی بہت گھٹ رہی تھی ۔ امام بار گاہوں میں ان کے لئے چندہ جمع کیا گیا ' شیعہ فرقے کے سیاسی کارکن پیپلزپارٹی پر تبرا بھیج کر دن رات ایم کیو ایم کے لئے کام کرنے لگے لیکن الطاف حسین نے جو اندر سے کٹر سنی ہیں 'شیعوں اور بہاریوں دونوں کو آلہ کار سے زیادہ حیثیت نہیں دی اور اپنے اندرونی خاص حلقوں میں یہی کہا کہ یہ دونوں ناقابل اعتبار گروہ ہیں جن کے ساتھ دوستی نہیں ہوسکتی ' ان سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے ۔ لیکن خود یہ اندرونی خاص حلقہ بھی زیادہ دنوں تک الطاف کی نظر التفات کا مستحق نہیں رہا ۔

اس اندرونی حلقے میں آفاق تھے ' عامر تھے اور ان کے دوسرے ساتھی تھے ۔ انہیں الطاف حسین نے خوب خوب استعمال کیا اور جب نگاہ پھیری تو امریکہ بدر ہونے کا حکم دیا ۔ یہ لوگ جان کی امان پا کر چپ چاپ امریکہ بدر ہوگئے ۔ ان میں ایک لڑکا فیصل بھی تھا جو الطاف کا خصوصی باڈی گارڈ تھا اور ان پر جان چھڑکتا تھا ۔ امریکہ سے واپسی پر اسی فیصل کی نعش ایک بند موٹر میں ملی اور جسم پر تشدد کے نشانات تھے جن کو دیکھ کر دیکھنے والوں پر کپکپی طاری ہوگئی ۔

یہی حال امریکہ سے واپس آنے والے اور بھی کئی باغیوں کا ہوا جو حکم عدولی کر کے امریکہ سے پاکستان پہنچے تھے ۔ آفاق اور عامر کی حفاظت کے اگرچہ خصوصی انتظامات تھے پھر بھی وہ خطرہ سے باہر نہیں تھے ۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو امریکہ سے کس نے بلایا ؟ کیوں بلایا؟ اور عین فوجی آپریشن کے دوران یہ لوگ کرفیو کے باوجود رینجرز کی گاڑیوں میں بندوق بازی کرتے ہوئے کیوں پائے گئے ؟ ۔ اس سے انکار فضول ہے کہ ان کے پیچھے خفیہ ایجنسیوں کا ہاتھ تھا اور ہے لیکن ان کے میدان میں آنے سے اس تاثر کو تقویت ملی ہے کہ ہماری خفیہ ایجنسیاں ملکی سیاست میں ہر قسم کے تشدد پسند گروہوں کی سرپرست رہی ہیں اور انہیں استعمال کرتی ہیں ۔ اس موقع پر بھی ایسا ہی کیا گیا تاہم فوجی آپریشن کی یہ نوعیت ناقابل فہم ہے کہ دینا حیات کیس اور دوسرے کئی سنگین جرائم میں ملوث مروت صاحب کو پہلے ملک سے باہر جانے دیا گیا اور جب وہ چلے گئے تو پھر ان کے خلاف مقدمہ قائم کیا گیا ۔ ممکن ہے فوجی آپریشن کے ہاتھ ابھی تک بندھے ہوئے ہوں لیکن ایسا ہے تو ناجائز مفادات کی زنجیروں میں جکڑا اور بندھا آپریشن غیرجانبدار نہیں ہے ۔

اس سے بھی زیادہ اہم دوسرا سوال ہر ایک کے ذہن میں ابھرتا ہے اور زبان پر بھی آرہا ہے ' وہ یہ ہے کہ اس صدر اور اس وزیراعظم اور ان صوبائی حکمرانوں کے لئے بھی کوئی سزا ہے یا نہیں جن کے دور میں ایم کیو ایم کے یہ عقوبت خانے

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

اٹھو ورنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی

قیام پاکستان اور مذہبی طبقات کی ذمہ داریاں

(نوائے وقت کے شکریئے کے ساتھ)

ڈاکٹر اسرار احمد

ویسے تو ہمارا ایمان ہے کہ کائنات میں کوئی چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی اذن رب کے بغیر رونما نہیں ہوتا لیکن پاکستان کا قیام تو ہر اعتبار سے ایک نہایت غیر معمولی واقعہ تھا اور دنیا کے نقشے پر اس طرح اچانک اور بالکل غیر متوقع طور پر وقت کی عظیم ترین مسلمان سلطنت کا رونما ہوجانا یقیناً مشیت ایزدی اور حکمت خدا وندی میں کسی بڑی تدبیر کے سلسلے کی کڑی تھا۔ چنانچہ جب صرف ایک ہی سال بعد اسرائیل کا قیام بھی عمل میں آگیا تو یہ گویا اس سنت الٰہی کا ظہور تھا جو حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے کہ "اللہ نے کوئی بیماری ایسی پیدا نہیں کی جس کی دوا بھی پیدا نہ کردی ہو!"۔ (بقول حالی " نہیں ہے جہاں میں مرض کوئی ایسا۔ کہ جس کی دوا حق نے کی نہ ہو پیدا!") اور اب بھی، اگرچہ ہم اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کے باعث ملک کو دولخت بھی کروا چکے ہیں اور بچا کھچا پاکستان بھی علاقائی، نسلی اور لسانی عصبیتوں کی آماجگاہ ہی نہیں، رزمگاہ بنا ہوا ہے، حقیقت بین نگاہوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ ع " میں کھٹکتا ہوں دل یزداں میں کانٹے کی طرح!" کے مصداق عالمی صیہونیت کی آنکھوں میں کھٹکنے والے سب سے بڑے خار کی حیثیت پاکستان ہی کو حاصل ہے۔

قیام پاکستان کے بعد ضرورت اس امر کی تھی کہ عوام کے تمام طبقات اسے ایک نعمت خداداد اور عطیہ خداوندی سمجھتے ہوئے ماضی کے تمام اختلافات کو بھلا کر کامل توافق وتعاون کے ساتھ اس کی تعمیر اور ترقی میں لگ جاتے! خاص طور پر تمام مذہبی طبقات کا تو فرض عین تھا کہ، خواہ اس سے قبل وہ پاکستان کے حامی رہے تھے یا مخالف، اور خواہ اس سے پہلے صرف تعلیمی و تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف رہے تھے، خواہ اپنے اپنے خیال اور طریقہ کار کے مطابق پورے ہندوستان میں اسلام کے غلبے کی سعی و جہد کررہے تھے، قیام پاکستان کو قدرت کا اشارہ سمجھ کر اب اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرتے اور بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کا شعور حاصل کر کے اپنی اپنی مساعی کا رخ پاکستان کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا گہوارہ بنانے کی مثبت تعمیری جدوجہد کی جانب موڑ دیتے۔

اس کے لئے ایک طرف یہ ضروری تھا کہ ہر گروہ اپنے مزاج کی مناسبت اور اپنی اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کے تناسب سے اس عظیم جدوجہد کے کسی ایک شعبے کو سنبھال لیتا اور دوسری طرف یہ لازمی تھا کہ انتشار و افتراق کے تمام رخنوں کو قطعی طور پر بند کردیا جاتا اور قومی قیادت کے ساتھ حتیٰ الامکان تعاون کی روش اختیار کی جاتی۔

وہ مذہبی حلقے جو جمعہ و جماعت، اور درس و خطابت کے ذریعے عوام سے قریب ترین ربط و تعلق رکھتے تھے اور ان میں گہرے اثر و نفوذ کے مالک تھے، مذہبی، اخلاقی اور روحانی اقدار کے احیاء کے لئے انتہائی موثر کام کرسکتے تھے ---- اور جماعت اسلامی علمی و فکری سطح پر اسلامی انقلاب اور تہذیبی و ثقافتی میدان میں دینی اقدار کے احیاء کے لئے قیمتی خدمات سرانجام دے سکتی تھی۔"

اس اعتبار سے جماعت اسلامی واقعتہ" ایسی پوزیشن میں تھی کہ اپنے پیش نظر ہمہ گیر اور عالم گیر اسلامی انقلاب کے لئے قیام پاکستان کو ایک بہترین موقع کے طور پر استعمال کرسکتی تھی۔ مولانا مودودی نے چھ سات سال مسلمانان ہند کی قومی جدوجہد اور عام سیاسی سرگرمیوں سے علیحدہ رہ کر جو کام کیا تھا اس کے نتیجے میں انہوں نے ایک ایسی جمعیت فراہم کرلی تھی جو ایک اچھی بھلی تعداد میں ایسے مخلص اور سرگرم۔ اور ساتھ ہی نظم اور باقاعدگی اور سلیقے اور قرینے کے ساتھ کام کرنے کی صلاحیت سے مسلح کارکنوں پر مشتمل تھی جن میں اپنے مقصد اور نصب العین کا واضح شعور بھی موجود تھا اور اس کے لئے محنت و مشقت کے مادے اور ایثار و قربانی کے جذبے کی بھی کمی نہ تھی۔

اور سب سے اہم یہ کہ اس جمعیت میں دین و دنیا اور قدیم و جدید کا وہ امتزاج بھی موجود تھا جو اس دور میں دین کی کسی بھی موثر خدمت کے لئے لازمی اور لابدی ہے۔ اس اعتبار سے یہ جمعیت مسلمانوں کے جدت پسند اور قدامت پرست طبقات کے مابین ایک "امت وسطی" کا رول ادا کرسکتی تھی۔

جہاں تک قومی قیادت کا تعلق ہے اگرچہ اس غریب پر قیام پاکستان کے فوراً بعد ہی مختلف خارجی و داخلی اسباب کی بنا پر نزع کا عالم طاری ہوگیا تھا چنانچہ ملکی بقا و استحکام اور تعمیر و ترقی کے کام تو جیسے کچھ اور جتنے کچھ اس سے بن آئے اس نے کئے لیکن سیاسی میدان میں قوم کی تنظیم و تربیت اور قومی شعور اور ملی احساسات کو اجاگر کرنے کا کام وہ بالکل نہ کرپائی۔ تاہم جہاں تک تعاون کا تعلق ہے اس امر کا اعتراف کیا جانا چاہیے کہ پاکستان کی پہلی قومی قیادت کی جانب سے اس سلسلے میں تنگ دلی اور بخل کا مظاہرہ قطعاً" نہیں ہوا --- اور اس کے باوجود کہ بعض مذہبی حلقوں نے کھلم کھلا قیام پاکستان کی مخالفت کی

تھی تاہم اپنا وقت آنے اور اقتدار پر بلا شرکت غیرے قابض ہونے کے بعد اس نے آزادی کی نعمتوں اور برکتوں سے مستفید ہونے کے معاملے میں مسلم لیگ کے حامیوں اور مخالفوں کے مابین فرق و امتیاز کا کوئی شائبہ بھی کبھی پیدا نہ ہونے دیا---

اس کی وجہ یہ تھی کہ اگرچہ ایک قومی جماعت ہونے کی بنا پر مسلم لیگ کی صفوں میں ہر نقطہ نظر اور مکتبہ فکر کے لوگ پائے جاتے تھے' حتیٰ کہ خالص ملحد اور دہریے بھی موجود تھے --- لیکن پاکستان میں اس کی جو پہلی ٹیم بر سر اقتدار آئی اس میں مخلص قوم پرست مسلمان بلکہ خاصے مذہبی مزاج اور دینی مذاق کے لوگوں کو ایک فیصلہ کن پوزیشن حاصل تھی اور اس ملک میں اسلام کے مستقبل کے اعتبار سے بہترین حکمت عملی یہ تھی کہ تمام دینی جماعتیں اور مذہبی حلقے ایک طرف اپنی تعلیمی و تبلیغی سرگرمیوں اور اخلاقی و عملی اصلاح کے کاموں میں مواقع اور وسائل کے اس اضافے سے فائدہ اٹھاتے جو مسلمانوں کی آزاد قومی ریاست میں متوقع تھا--- اور دوسری طرف قومی قیادت کے مخلص اور مذہبی رجحان رکھنے والے لوگوں کے ہاتھ کو مضبوط بناتے--- لیکن افسوس کہ صرف مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے رفقائے کار کو چھوڑ کر کہ انہوں نے تو حصول پاکستان کی جدوجہد میں بھی بھرپور حصہ لیا تھا' اکثر مذہبی حلقوں نے یا تو لاتعلقی کی روش برقرار رکھی یا معاندانہ انداز اختیار کر لیا۔

علمائے دین کی ایک عظیم اکثریت نے قومی و سیاسی زندگی سے ایک گونہ لاتعلقی کی اس روش کو برقرار رکھا جس پر وہ تقریباً پون صدی سے عمل پیرا تھے اور پاکستان آکر بھی وہ حسب سابق "کلیتہً" تعلیمی و تدریسی مشاغل میں منہمک ہوگئے۔ چنانچہ یہ تو ضرور ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے کئی نئی اور عظیم دینی درسگاہیں پاکستان میں قائم ہوگئیں اور اس اعتبار سے یقیناً ایک قابل قدر اور بیش قیمت کام سرانجام پا گیا--- لیکن یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ان کی ایک بڑی اکثریت نے نہ صرف یہ کہ اپنے تعلیمی و تدریسی معمولات حتیٰ کہ نصاب تک میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کی بلکہ وہ اپنے ذہنوں میں نئے مسلمان حکمرانوں کو بالکل اسی مقام پر رکھ کر اپنے سابقہ طریق کار پر عمل پیرا رہے جس پر ان سے پہلے کے حکمران تھے۔

بدقسمتی سے قومی قیادت کے بعض عناصر اور پاکستان کی مختلف سروسز کے اعلیٰ افسروں کی اکثریت نے مغربی طرز فکر اور یورپی طرز بود و باش کو جس حد تک اختیار کر لیا تھا اس کے پیش نظر مذہبی طبقات کا یہ طرز عمل کسی حد تک فطری بھی تھا۔ بہر نوع ہوا یہ کہ اگرچہ علماء کی ایک بڑی اکثریت نے اپنے آپ کو سیاسی سرگرمیوں سے دور ہی رکھا لیکن اس مغائرت اور بعد کی بنا پر یہ بہر حال ہوا کہ عدم اطمینان کی ایک کیفیت ان میں مستقل طور پر موجود رہی جس سے مختلف سیاسی گروہ وقتاً فوقتاً فائدہ اٹھاتے رہے! علماء کی ایک بڑی اکثریت نے اپنے آپ کو سیاسی سرگرمیوں سے دور ہی رکھا لیکن عدم اطمینان کی جو کیفیت ان میں مستقل طور پر موجود رہی اس سے مختلف سیاسی گروہ وقتاً فوقتاً فائدہ اٹھاتے رہے!۔

رہیں مذہبی جماعتیں تو افسوس کہ ان کی اکثریت نے زیادہ مناسب یہ سمجھا کہ قومی قیادت کے مدمقابل کی حیثیت اختیار کر کے انتخابی سیاست کے اکھاڑے میں اتریں اور حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کریں تاکہ اس طرح نظام اسلام اور نفاذ شریعت کا راستہ ہموار ہو سکے!۔

پاکستان کی انتخابی سیاست کے میدان میں جو مذہبی جماعت سب سے پہلے داخل ہوئی وہ جماعت اسلامی تھی۔ جس نے "انقلاب قیادت" کا نعرہ تو ۴۸۔۴۹ء ہی میں لگا دیا تھا' لیکن انتخابات میں عملاً حصہ لینے کے لئے ۱۹۵۰ء میں مہم کا آغاز کیا۔ اور ۱۹۵۱ء میں بڑے طمطراق کے ساتھ پنجاب کی صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لیا۔ اس کے لئے جماعت نے جو طریق کار اختیار کیا وہ بہت بلند و بالا اور اعلیٰ و ارفع تھا۔ چنانچہ امیدواری کو حرام اور پارٹی ٹکٹ کو لعنت قرار دے کر "ووٹر کا عہد نامہ" کی بنیاد پر پنچائتیں تشکیل دی گئیں اور پھر ان پنچائتوں نے ہی امیدواروں کو بھی نامزد کیا اور جملہ اخراجات بھی برداشت کئے' جماعت کو امید تھی کہ اسے چالیس کے لگ بھگ سیٹیں مل جائیں گی۔ لیکن سیاست کے میدان میں چونکہ ٹھوس حقائق و واقعات ہی کی عکاسی ہوتی ہے لہٰذا جماعت کو اپنے اس طریق کار کے ذریعے کوئی ایک سیٹ بھی نہ مل سکی --- تاہم اس کے بعد بھی جماعت ع "پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ!" کے مطابق مسلسل ع "زمانہ باتو نہ سازد تو بازمانہ بساز!" پر عمل کرتے ہوئے اپنے اعلیٰ اور ارفع طریق کار سے تائب ہو کر مروجہ طریقوں ہی کو اختیار کر کے مسلسل اس میدان میں برسرکار رہی اور آج تک ہے!--- اگرچہ حاصل اس ساری تگ و دو کا یہ رہا کہ انیس برس بعد ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے لئے مغربی پاکستان سے کل چار نشستیں حاصل ہوئیں' اور پھر سترہ اٹھارہ برس بعد بھی یہ تعداد پانچ سات سے زیادہ نہ بڑھ سکی۔ (۱۹۹۰ء کے انتخابات کا معاملہ اس اعتبار سے مختلف ہے کہ یہ "اسلامی جمہوری اتحاد" کے تحت لڑا گیا!)

ادھر دوسرے مذہبی طبقات نے سوچا کہ ۔
"یہ کیا ضرور سب کو ملے ایک سا جواب۔ آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی!" کے مصداق کیوں نہ ہم بھی اس میدان میں قسمت آزمائی کریں جبکہ جمعہ و جماعت کے عظیم نظام کے ذریعے ہمارا رابطہ عوام کا دائرہ کہیں زیادہ وسیع ہے! چنانچہ یکے بعد دیگرے جمعیت علماء اسلام' جمعیت علماء پاکستان' اور جمعیت اہلحدیث بھی علیحدہ علیحدہ میدان سیاست میں اتریں۔ ان میں سے جمعیت اہلحدیث کا حلقہ تو ظاہر ہے کہ بہت محدود ہے اور اسے پورے ملک میں ایک آدھ سے زیادہ نشست کی امید ہو ہی نہیں سکتی' البتہ جمعیت علماء اسلام کا اثر و نفوذ پاکستان کی شمال مغربی پختون پٹی میں جو سرحد میں مالا کنڈ کے علاقے سے شروع ہو کر بلوچستان میں چمن سے آگے تک پھیلی ہوئی ہے' خاصا گہرا ہے۔ لہٰذا اسے وہاں سے کچھ نہ کچھ سیٹیں مل جاتی ہیں۔ (اگرچہ حال ہی میں بلوچستان میں جو نسلی کشاکش شدت کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی ہے اس سے اندیشہ ہے کہ وہاں کے پختونوں میں بھی قوم پرستوں کا عمل دخل بڑھ جائے گا جس سے جمعیت علماء اسلام کے سیاسی اثر و نفوذ میں کمی ہوگی۔) رہی جمعیت علماء پاکستان تو اگرچہ مذہبی تصورات کے اعتبار سے وہ واقعتہً ملک کے عوام کے "سواد اعظم" کی نمائندہ اور ترجمان ہے تاہم چونکہ یہی سواد اعظم ملک کے دیہی علاقوں میں وڈیروں اور جاگیرداروں کی شکار گاہ کی حیثیت رکھتے ہیں' لہٰذا اس کے سیاسی اثرات زیادہ تر شہروں تک محدود تھے' اور وہاں سے بھی کم از کم سندھ کی حد تک تو ایم کیو ایم نے فی الوقت جماعت اسلامی کی طرح جمعیت علماء پاکستان کے اثرات بھی بالکل زائل کردیئے ہیں! مستقبل کا

حال اللہ ہی کے علم میں ہے!

الغرض بحالات موجودہ الیکشن کے ذریعے سلام کے مقصد (Cause) کی جانب پیش قدمی تو ممکن تھی ہی نہیں' واقعہ یہ ہے کہ ان جماعتوں کو بھی تا حال حکومت اور اقتدار میں کوئی قابل ذکر حصہ نہیں ملا۔ دوسری طرف اس میزانیہ نفع و نقصان میں نقصانات کا پلڑا بہت بھاری ہے۔ جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:-

۱) سب سے پہلا اور اہم ترین نقصان یہ ہوا کہ جب اسلام ایک جماعتی مسئلہ اور الیکشن ایشو بن گیا تو مدافعت کے تقاضے کے طور پر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی' ڈاکٹر محمود حسین' سردار عبدالرب نشتر اور مسٹر اے۔ کے بروہی ایسے لوگوں کو اسلامی آئین و قانون کے مطالبے میں آنا پڑا۔ گویا جن لوگوں کے ہاتھ مضبوط کرنے میں ملک و ملت کی مصلحت تھی' انہی کو مخالفین کی صف میں کھڑے ہونے پر مجبور کردیا گیا۔

۲) چونکہ قومی قیادت مختلف اسباب کی بناء پر از خود مضمحل بھی تھی اور داخلی انتشار سے دو چار بھی' لہٰذا یہ خارجی حملہ بہت موثر ثابت ہوا اور قومی قیادت زیادہ تیزی کے ساتھ منظر عام سے ہٹ گئی' چنانچہ مغربی پاکستان میں سرحد کے سابق خدائی خدمتگاروں اور پنجاب کے سابق یونینسٹوں پر مشتمل ری پبلکن پارٹی کی حکومت قائم ہوگئی۔

۳) چونکہ مذہبی جماعتوں میں سے اکثر کی اساس فرقہ واریت پر تھی لہٰذا ان کی الیکشن میں ایک دوسرے کے مدمقابل کی حیثیت سے شرکت کے نتیجے میں فرقہ واریت کو بہت فروغ حاصل ہوا اور اس کی تندی اور تلخی میں بہت اضافہ ہوگیا۔

۴) چونکہ ان میں سے کسی کا بھی خود کوئی وسیع اور ملک گیر عوامی حلقہ اثر (Base) نہیں تھا اور سیاست کے بازار میں اصل سکہ زمینداری' جاگیرداری اور سرمایہ داری ہی کا چل رہا تھا لہٰذا ہر مذہبی جماعت مختلف مواقع پر کسی نہ کسی سیکولر مزاج سیاسی جماعت کا ضمیمہ بن کر اس کی تقویت کا ذریعہ بنی!

۵) ان سیاست دانوں کے ساتھ میل جول' نشست و برخواست اور اکل و شرب اور ان کی شادی غمی کی تقریبات میں شرکت کے باعث خود ان پر ذیروں اور سرمایہ داروں کا رنگ چڑھتا چلا گیا (جس کی نمایاں ترین مثال حال ہی میں سامنے آئی کہ ایک اسلامی تحریک کے علمبردار اور انقلابی اسلامی جماعت کے امیر کے صاحب زادے کی شادی شان و شوکت اور دھوم دھڑکے میں بہت سے نوابوں اور کروڑ پتی لوگوں کو پیچھے چھوڑ گئی!)

۶) چونکہ تقریباً تمام فعال مذہبی جماعتوں کی توانائیوں کا اکثر و بیشتر حصہ اس سیاسی عمل میں صرف ہوگیا لہٰذا نہ عوام کی دینی' اخلاقی اور روحانی اصلاح و ترقی کا کام موثر حد تک ہوسکا' نہ معاشرے کے بلند تر طبقات میں علمی و فکری سطح پر اسلامی انقلاب اور تہذیبی و ثقافتی میدان میں دینی اقدار کے احیاء کا حق ادا کیا جاسکا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نصف صدی کے لگ بھگ کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی معاشرے کی ہیئت ترکیبی میں کوئی بنیادی فرق واقع نہیں ہوا۔

۷) آخری اور سب سے زیادہ افسوسناک "نقصان" یہ کہ چونکہ الیکشن میں حصہ لینے کے لئے عوامی نعروں کی ضرورت ہوتی ہے اور عوامی نعرہ وہی بن سکتا ہے جو عوام کے جذبات کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے ذہن کی سطح کے مطابق اور فہم کے قریب تر ہو' لہٰذا سارا زور اسلام کے نظام عدل اجتماعی (سسٹم آف سوشل جسٹس) کی بجائے قانون شریعت پر ہوگیا اور اس کے ضمن میں بھی بس کچھ حدود و تعزیرات ہی توجہ کا مرکز بن گئیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جیسے اصل اہمیت نظام کی ہوتی ہے' قانون تو اس کے تابع ہوتا ہے بلکہ اسے سہارا دیتا ہے' اسی طرح اسلام میں بھی اصل اہمیت دین کی ہے جو آدمؑ سے ایں دم تک ایک ہی ہے' شریعت اس کے تابع ہے اور پہلے بھی اس میں تغیر و تبدل ہوتا رہا اور اب بھی اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے' لہٰذا آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے اصول و فروع اور اہداف و نتائج کا فہم و شعور عام کیا جائے۔ تاکہ ایک حقیقی اسلامی انقلاب کی راہ ہموار ہوسکے علامہ اقبال نے فرمایا تھا

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ افکار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

اور ان کے اور ہم سب کے آقا اور مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "آنے والے دور" کے ضمن میں جو دھندلی نہیں' واضح اور حتمی پیشینگوئیاں کی ہیں ان کے مطابق ایک جانب دجال اکبر کا ظہور اب بالکل سامنے کی بات ہے جس کے ہاتھوں تمام مسلمانوں اور خاص طور پر عالم عرب پر بہت کٹھن وقت آنے والا ہے' تو دوسری جانب اس کے بعد۔

اور بھی دور فلک ہیں ابھی آنے والے
ناز اتنا نہ کریں ہم کو ستانے والے!

کے مطابق اسلام کے جس عالمی غلبے کی واضح خبر دی گئی ہے اس کی بھی تمہید شروع ہوچکی ہے اور ہر صاحب بصیرت دیکھ رہا ہے کہ اس کا نقطہ آغاز یہی خطہ ارض بنے گا جس میں پاکستان اور افغانستان واقع ہیں ---- لہٰذا حالات کا شدید تقاضا ہے کہ تمام فعال دینی عناصر وقت کی نزاکت' اپنے کردار کی اہمیت اور اب تک کے میزانیہ نفع و نقصان کے پیش نظر آئندہ کا لائحہ عمل از سرنو طے کریں۔

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

ماچھی گوٹھ کے ریگزار میں برعظیم پاک و ہند کی تحریک اسلامی دوسرے عظیم سانحے سے کیسے دوچار ہوئی؟

تاریخ جماعت اسلامی کا ایک گمشدہ باب

سانحہ ماچھی گوٹھ کے عینی شاہد اور دعوت دین کی علمبردار نئی جماعت

تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد کے قلم سے

نظم جماعت کی اسلامی بنیادوں سے متعلق اہم مباحث پر مشتمل اپنی نوعیت کی پہلی کتاب

سفید کاغذ، ۳۲۸ صفحات، اعلیٰ اور مضبوط جلد، قیمت-/۸۰ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن' ۳۶/کے۔ ماڈل ٹاؤن' لاہور

ایک واقف حال کے توجہ طلب مشاہدات

تحریک آزادی کشمیر سازشوں کے نرغے میں ہے

راجہ عبدالوحید مجاہد

مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں نے گذشتہ تین سال سے جو مسلح تصادم شروع کیا ہے' وہ کسی وقتی حادثے کی پیداوار نہیں بلکہ سینکڑوں برسوں سے استعماری قوتوں کے خلاف جدوجہد کا تسلسل ہے۔ مسلمانان کشمیر نے اسلامی انقلاب کو اپنے لئے منزل ٹھہرایا ہے اور کشمیر پر بھارت کے ناجائز تسلط کے خلاف مسلح کشمکش کا راستہ اختیار کیا ہے۔

حالات نے اب ایک نیا اور تشویشناک موڑ اختیار کرلیا ہے۔ اس بات کا شدید خطرہ پیدا ہوگیا ہے کہ کشمیری مسلمانوں کی بھارت کے خلاف نفرت اور بھارت سے مکمل آزادی کی طلب میں تحریک آزادی کے دوران دی گئی بے پناہ قربانیوں اور کشمیری مسلمانوں کے گہرے مذہبی اعتقادات کو دنیا کی حریص استعماری قوتیں اپنے مفادات کے حصول کے لئے استعمال نہ کریں۔ یہ طاقتیں مثلاً برطانیہ اور امریکہ وغیرہ دنیا میں برپا ہونے والی ہر صورت حال میں عوامی امنگوں کو کچل کر ان کے مال و جان کو داؤ پر لگاتے ہوئے اپنے مفاد کی راہ نکال لیتے ہیں جیسے عراق میں محض اپنے مفاد کے لئے شیطانی قوتوں نے لاکھوں انسانوں کا قتل عام کیا گیا اور الجزائر میں اسلامک سالویشن فرنٹ کی انتخابی فتح پر جو عوامی امنگوں کا اظہار تھی' شب خون مارا گیا۔ اگرچہ یہ طاقتیں جمہوریت کی علمبردار اور فوجی آمریت کے مخالف ہونے کا دعویٰ کرتی رہتی ہیں مگر یہاں انہوں نے صرف اپنے مفاد کی خاطر جمہوریت کا گلا گھونٹ دیا۔

کشمیر کے بارے میں جو استعماری منصوبہ تیار کیا گیا ہے اس کے ذریعے استعماری طاقتیں ہمارے شہدا کے خون سے اپنے مقاصد کی آبیاری میں مصروف ہیں۔ اس منصوبے کے پس پردہ نہایت ہی ناپاک مقاصد کار فرما ہیں اور اس کے نتائج اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کے لئے

محترم جناب اقتدار احمد صاحب مدیر ندائے خلافت
السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ'
اپنا تعارف ابتداء ہی میں کروادوں تو بات سمجھانے میں آسانی رہے گی۔

راقم کافی عرصہ تک اسلامی جمعیت طلبہ سے منسلک رہا۔ اس دوران میں افغانستان کی سرزمین پر بھی جہاد و قتال میں ایک لمبی مدت تک مصروفیت رہی۔ وہاں انجینئر حکمت یار صاحب کے سیکیورٹی گارڈ کی حیثیت سے بھی خدمت انجام دی۔ مزید برآں مقبوضہ کشمیر جانے کا اتفاق ہوا اور دو مہینے کی قلیل مدت کے بعد واپسی ہوئی۔ کچھ دن حزب المجاہدین کے امیر غلام محمد صفی کا سیکیورٹی گارڈ بھی رہا۔ لیکن آخر وہ وقت بھی آ ہی گیا کہ راقم جماعت اسلامی آزاد کشمیر کی ہائی کمان کی کرپشن' لوٹ کھسوٹ اور باطن پر ظاہر کے غالب آنے کی بنا پر جماعت اسلامی اور جمعیت طلبہ سے کنارہ کش ہوگیا۔

بعد ازاں راقم اسلامک سنٹر کے Base پر انصار الجہاد نامی تنظیم سے وابستہ ہوگیا جس کا بنیادی مقصد مجاہدین کو عسکری اور اسلامی تربیت دینا ہے۔ ہم کم از کم ایک ماہ کی تربیت دیتے ہیں جس میں **عسکری** سے زیادہ اہمیت اخلاقی اور عملی تربیت کو دی جاتی ہے۔

چند دن پہلے اپنے ایک پرانے ساتھی عبدالقیوم قریشی صاحب سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی یہی احساسات لے کر مجھ سے پہلے ہی جمعیت طلبہ کو خیرباد کہہ چکے ہیں اور اب تنظیم اسلامی سے وابستہ ہو کر اقامت دین کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ ان کے دفتر تنظیم اسلامی واقع مظفر آباد (A.K) میں آنا جانا شروع کیا تو چند دن بعد تنظیم اسلامی حلقہ شمالی پنجاب و آزاد کشمیر کے ناظم شمس الحق اعوان صاحب اور نائب ناظم خالد محمود عباسی صاحب مظفر آباد تشریف لائے اور ان سے تعارف وغیرہ ہوا۔ خالد بھائی نے تحریک خلافت کے حوالے سے مجھے دعوت دی اور اللہ نے رہنمائی کی' میرے دل کو اس طرف موڑا اور میں معاون تحریک بن گیا

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کے موقر ہفت روزہ "ندائے خلافت" کے لئے ایک تجزیاتی مضمون ارسال خدمت ہے۔ راقم کو لکھاری ہونے کا دعویٰ نہیں بلکہ احساس فرض کے ضمن میں یہ جسارت کی گئی ہے۔ امید ہے کہ آپ مناسب حک و تنسیخ کے ساتھ اسے ندائے خلافت کے تازہ ترین بلکہ قریب ترین شمارے میں چھاپ دیں گے۔

ایک اہم بات یہ بھی عرض کردوں کہ آپ مظفر آباد کے لئے اپنا نمائندہ مقرر کریں جو تحریک آزادی کے حوالے سے آپ کو اہم اور بنیادی حقائق ارسال کرے تاکہ تنظیم اسلامی و تحریک خلافت کی جانب سے بھی جہاد بالقلم کا مرحلہ طے ہوسکے اور تحریک آزادی میں شمولیت بھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

محترم داعی تحریک ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی خدمت میں مودبانہ سلام عرض ہے۔ تمام رفقائے تنظیم اور معاونین تحریک کی خدمت میں بھی میرا سلام پہنچے

والسلام مع الاحترام
راجہ عبدالوحید مجاہد
اسلامک سنٹر' مظفر آباد (آزاد کشمیر)

بالعموم اور کشمیری مسلمانوں کے لئے بالخصوص انتہائی خطرناک ہوں گے ان حالات میں ہر کشمیری مسلمان اور ان کی تنظیموں پر فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اس منصوبے کے خلاف سینہ سپر ہوجائیں۔ اس استعماری منصوبے کے دور رس و حتمی مقاصد وہی ہیں جو کفر کے حتمی مقاصد ہیں یعنی یہ کہ دنیا میں کفر کی سیاسی و اقتصادی بالادستی بنی رہے ہر سطح پر اسلام کو پوری قوت کے ساتھ مغلوب کر کے ایک نیا عالمی نظام New World Order تشکیل دیا جائے۔

کشمیر میں اس منصوبے پر عمل در آمد کا مقصد یہاں ایک سیکولر قومیت نواز قیادت کو ابھارنا اور اس کے ذریعے مسلمانان کشمیر کا ملی تشخص مسخ کر کے یہاں اسلامی قوتوں کو دبانا ہے تاکہ کشمیر پاکستان کے ساتھ جڑنے نہ پائے بلکہ مزید انتشار کا شکار ہوجائے جو پاکستان کے ٹوٹنے کا سبب بھی بن سکتا ہے پھر چونکہ وسطی ایشیا کی ریاستوں کے آزاد مملکتوں کی حیثیت میں وجود میں آنے سے مسلم آبادی پر مشتمل ایک وسیع و عریض جغرافیائی خطہ وجود میں آتا نظر آتا ہے' اس خطہ میں انتشار کی ایک لہر چلے۔ چونکہ انتشار امت کی لہر وحدت امت کی قیمت پر چلی ہے لہٰذا اس خطے میں بھی مسلمانوں کی شیرازہ بندی کے موقعے چاہے وہ کتنے ہی بعید کیوں نہ ہوں' بعید تر کر دیے جائیں۔ دوسرا مقصد اس خطرناک منصوبے کا یہ ہے کہ بھارت کے لئے جنوبی ایشیا میں سیاسی و عسکری چودھراہٹ کا میدان ہموار ہو اور اس سارے خطے میں بھارت کفر کے مفادات کے فروغ کے لئے ایک خاص رول ادا کرے اور اسے روکنے والی اس خطہ میں کوئی قابل قدر اسلامی سیاسی قوت موجود نہ ہو پھر کشمیر میں مغربی ثقافت کے اثر و نفوذ کی راہ ہموار ہو اور اس طرح یہ استعماری مفادات کا آلہ کار بن جائے۔

اس استعماری منصوبے کو وجود میں لانے والی برطانیہ اور امریکہ کی حکومتیں اور دونوں ممالک کی طاقتور یہودی لابی ہے۔ان کو اس منصوبے کے تعلق سے منصوبہ ساز کہنا درست ہوگا۔ اس کے علاوہ اس استعماری منصوبے کی تشکیل میں بھارت اور اسرائیل کے سرکاری و نیم سرکاری ادارے اور انٹیلی جنس ایجنسیاں اور یہودی و ہندی لابیاں شامل ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں پاکستان کے دو ٹکڑے ہونے میں بھی ان لابیوں اور اداروں کا کلیدی کردار تھا کشمیر منصوبے کو عمل میں لانے کے لئے سیکولر اور لادینی قیادت کی سرپرستی میں مجتمع انہی سیکولر عناصر کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ اس استعماری منصوبے کو کشمیر میں موثر بنانے کے لئے مسئلہ کشمیر کو بہت زور و شور کے ساتھ اٹھایا جارہا ہے تاکہ عالمی ایجنڈا پر یہ مسئلہ سر فہرست آجائے ۔ مسئلہ کشمیر کا عالمی سطح پر اٹھایا جانا تو اچھی بات ہے لیکن اس ابھار میں یہ شیطانی عمل کھیلا جائے گا کہ اس مسئلہ کو سیکولر قیادت کے حوالے سے اور کشمیر کی تحریک کو ایک سیکولر تحریک کی حیثیت سے اٹھایا جائے ۔ سیکولر عناصر اس کے لئے براہ راست دوڑ دھوپ کررہے ہیں اور عالمی ذرائع ابلاغ بالخصوص بی بی سی جس پر براہ راست صیہونی کنٹرول ہے ' اور ہندوستانی قومی اخبارات جو بھارتی برہمن لابی کے آلہ کار ہیں ' اس سیکولر قیادت کو ابھار رہے ہیں

سیکولر قیادت کی سرپرستی میں بار بار سیز فائر لائن توڑنے کے ڈرامے رچائے جارہے ہیں تاکہ سرحدی تناؤ کی فضا پیدا کی جائے ۔ عالمی ذرائع ابلاغ اور بھارتی قومی اخبارات اس بات کا پروپیگنڈہ کررہے ہیں کہ لائن آف کنٹرول پر جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں اور کشمیر کے مسئلہ پر اس خطہ میں کسی بھی وقت بھی جنگ چھڑ سکتی ہے چنانچہ جنگ کا ہوا کھڑا کیا جائے گا اور دنیا بھر کی قوتیں امریکہ اور برطانیہ سے مداخلت کی اپیل کریں گی ۔ پھر مداخلت کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ استعماری طاقتوں (امریکہ اور برطانیہ) کی بالواسطہ یا بلاواسطہ سرپرستی میں کشمیر میں مذاکرات کا ایک عمل شروع کیا جائیگا یہ مذاکرات کشمیر میں قائم شدہ سیکولر قیادت کے ساتھ کئے جائینگے۔ سیکولر قیادت کی اسامی پر اگرچہ اس وقت امان اللہ خان صاحب کا تقرر ہوا ہے تاہم مذاکرات کے مرحلے پر ضروری نہیں کہ جناب امان اللہ خان بدستور منظور نظر رہیں۔ مذاکرات کے اس عمل میں فاروق عبداللہ 'غنی لون' کرن سنگھ وغیرہ جیسے کٹر اور دیرینہ سیکولر عناصر بھی ملوث کئے جائینگے۔

یہی کچھ تیس سال قبل الجزائر میں ہوا ۱۹۵۴ سے ۱۹۶۲ تک وہاں عام عوام نے فرانسیسی تسلط کے خلاف جدوجہد کی ہے۔ فرانس اس تحریک کو دبانے میں ناکام ہوا تو اتنے میں تحریک آزادی چلانے والی تنظیم .N.L.F کے سیکولر طبقے کے ساتھ مذاکرات شروع کر دئے اور اس طرح اقتدار فرانس سے منتقل ہو کر .N.L.F کے سیکولر طبقے کے ہاتھوں میں آگیا اور یوں الجزائر پر فرانس کی گرفت بالواسطہ برقرار رہی۔ آنے والے وقت میں یہی کچھ کشمیر میں ہونے والا ہے۔ استعماری طاقتوں کا یہ مفہوم جسے امان اللہ خان اور دیگر سیکولر قیادت کے تحت عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جا رہی ہے' یہ اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کے خلاف ہے اور کفر کے مفادات کا ضامن کیونکہ یہ مسلمانوں کو مزید منتشر کرنے کا منصوبہ ہے۔

اب کشمیر میں جو طاقتور اسلامی جماعتیں ہیں یا اسلام کے ساتھ وابستگی دکھانے والے کئی دوسرے گروپس اور تنظیمیں ہیں' ان کا ان حالات میں یہ فرض بنتا ہے' کہ وہ اس مرحلے پر سیکولر قیادت کے ساتھ فروعی مسائل پر اختلاف کرنے کی بجائے یا خاموشی اختیار کرنے کی بجائے اس سیکولر اور استعماری مفادات کے لئے کام کرنے والی قیادت کا ہر میدان میں ڈٹ کر مقابلہ کریں اور ان کے پس پردہ مقاصد عوام کے سامنے لائیں۔ سیکولر اور لادین عناصر کی سرپرستی میں ابھاری جانے والی قیادت کا پوری شدت کے ساتھ توڑ کیا جائے اور اس قیادت کی بالادستی کو یہ ذہن میں رکھتے ہوئے چیلنج کیا جائے کہ یہ کسی کے ساتھ خدانخواستہ شخصی تضاد نہیں ہے نہ ہی یہ کسی فرد کے خلاف کوئی مہم ہے بلکہ اصل میں سیکولر قیادت پر چوٹ ہے۔ اس قیادت پر ضرب کاری لگانا اسلئے بھی اہم اور ناگزیر ہے کہ اس کا ابھار استعماری منصوبے کی اولین کڑی ہے اور اس پوری سکیم کو ناکام بنانے کے لئے لازمی ہے کہ اس پر شروع میں ہی ضرب کاری لگائی جائے۔ سیکولر قیادت چاہے وہ امان اللہ خان کی ہو' غنی لون یا فاروق عبداللہ کی ہو' اس کو مسترد کرنا اسلئے بھی ضروری ہے کہ کشمیری مسلمانوں کا تمدن اور مزاج گہرا مذہبی ہے لہٰذا انقلابی علمائے اسلام کی قیادت ہی ان کی ترجمانی کی اہل ہوسکتی ہے۔

ضرورت ہے کہ مسئلہ کشمیر کی بگاڑی گئی نوعیت کا بھرپور توڑ کیا جائے اور یہ موقف اختیار کیا جائے کہ کشمیر کی تقسیم شدہ جنت اصل مسئلہ نہیں ہے' یہ تو اصل مسئلہ کی پیداوار ہے۔ اصل مسئلہ تو کنٹرول لائن کے آر پار کشمیری عوام کا اقوام متحدہ کی قرار دادوں کے مطابق حق خود ارادیت کا مسئلہ ہے ۔ جب یہ مسئلہ حل ہوگا تو

باقی صفحہ ۱۸ پر

شاہینوں کے بسیرے میں خلافت کی اذان

وقائع نگار

کوہسار مری کے اطراف میں عباسی خاندان آباد ہے ۔ مری سے براستہ بھوربن مظفر آباد جاتے ہوئے راستے میں اپر بیروٹ آتا ہے جسے عباسی برادری کا گڑھ کہا جاسکتا ہے ۔ پہاڑی زندگی کے عادی یہ مردان کہستانی اپنے اسلاف کی شرافت و مروت کے امین ہیں اور چونکہ شہری زندگی کا تعفن یہاں ابھی نہیں پایا جاتا لہٰذا فطرت کے مقاصد کی نگہبانی ان کے تحت الشعور میں موجود ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ جب قرآن کالج کی فضا میں امیر محترم کے دروس قرآنی کے بیج نے اس دھرتی کے ایک سپوت خالد محمود عباسی کے دل میں جڑ پکڑی اس نے قرآن کالج سے فارغ ہونے کے بعد اپنے آپ کو ہمہ تن اسی مقصد کی نشو و نما کے لئے وقف کردیا اور اپنی خدمات تنظیم اسلامی کے سپرد کردیں ۔ آج کا یہ جلسہ اسی کی محنت اور اہل بیروٹ کے تعاون کا نتیجہ ہے

۱۹ر جون کو بروز جمعہ مین روڈ سے متصل دکانوں کی چھتوں پر سٹیج تیار کیا گیا اور شامیانے اور کرسیاں لگائی گئیں ۔ صدر مجلس جناب پروفیسر غازی احمد صاحب ۱۸ر جون کی رات ہی ناظم حلقہ شمالی پنجاب و آزاد کشمیر جناب شمس الحق اعوان کے ہمراہ بیروٹ تشریف لا چکے تھے ۔ ان کے علاوہ دیگر سات رفقا دو روزہ تربیتی کیمپ کیلئے جناب غلام مرتضیٰ اعوان صاحب کی پک اپ میں منزلیں مارتے ہوئے رات تقریباً ساڑھے دس بجے بیروٹ پہنچے ۔ خالد محمود عباسی صاحب نے خیمہ نصب کیا ہوا تھا اور دیگر معاونین بھی آنے والوں کے لئے چشم براہ تھے ۔ رات خیمے میں بسر کرنے کے بعد صبح جلسہ کی تیاری شروع کردی کیونکہ اس کا وقت آٹھ بجے صبح طے کیا گیا تھا اور بروقت شروع کرنے کا اعلان بھی تھا ۔

ہمارے رفقاء و معاونین نے نہایت مستعدی اور نظم و ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہت کم وقت میں جلسہ گاہ کو تیار کرایا اور ٹھیک آٹھ بجے سٹیج سیکریٹری جناب خالد محمود عباسی نے نقیب اسرہ مظفر آباد عبدالقیوم قریشی صاحب کو تلاوت قرآن کے لئے بلالیا۔ جناب عبدالقیوم قریشی بھی قرآن کالج سے فارغ التحصیل ہیں اور مظفر آباد میں کافی محنت کررہے ہیں ۔ تلاوت کلام پاک کے بعد جناب شمس الحق اعوان کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی جنہیں " فرائض دینی اور اعمال صالح کا جامع تصور " کے موضوع پر بات کرنی تھی۔

ان کے بعد تحریک خلافت کے معاون راجہ عبدالوحید صاحب نے اظہار خیال کیا۔

راجہ صاحب عرصہ آٹھ نو سال سے مجاہدانہ زندگی اختیار کئے ہوئے ہیں ۔ جہاد افغانستان میں سات آٹھ سال گزارے ، حکمت یار صاحب کے ساتھ کام کیا اور اب جہاد آزادی کشمیر میں عملاً شریک ہیں ۔ وہ تحریک خلافت میں شامل ہوئے اور بطور خاص جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے ۔ انہوں نے افغانستان اور کشمیر کے حالات پر روشنی ڈالی اور قرآن و سنت کے حوالے سے مسلمانوں کی ذمہ داری بیان کی کہ مظلوم اور مقہور کشمیریوں کی مدد ان کا فرض ہے ۔

ان کے بعد جناب رحمت اللہ بٹر صاحب نائب امیر تنظیم اسلامی نے خطاب فرمایا۔ ان کا خطاب ڈیڑھ گھنٹے پر محیط تھا جس میں " خلافت کیا ' کیوں اور کیسے " پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ۔ ان کا انداز بیان سادگی ' اپنائیت اور دلیل کے ساتھ ساتھ اپیل کا بھی حسین مرقع تھا ۔ ان کے پاس نہ وقت کی کمی تھی اور نہ ہی موضوع کی تنگی ' چنانچہ ہر گوشے پر کھل کر مدلل بحث کی گئی جسے حاضرین نے بھی جم کر سنا اور اطمینان سے ذہن نشین کیا ۔

بٹر صاحب کے بعد ریٹائرڈ میجر جنرل تجمل حسین ملک مائیک پر آئے ۔ موصوف مظفر گڑھ میں انتہائی مصروف ہونے کے باوجود تشریف لائے تھے ۔ ان کی تقریر میں سپاہیانہ رنگ نمایاں تھا ۔ یہ وہی جرنیل ہیں جو حق گوئی کی پاداش میں باغی کہلائے اور ساڑھے آٹھ سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر کے بھی جبر کے مقابلے میں صبر کا دامن نہ چھوڑا ۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جنرل صاحب نے کہا کہ موجودہ نظام غیر اسلامی ہے ۔ مارشل لاء غیر اسلامی تھا ' اور موجودہ حکومت کے قوانین بھی غیر اسلامی ہیں ۔ انہیں ہٹ کر خلافت کا نظام لانا چاہیے جو ہمارے مسائل کا واحد حل ہے۔ جنرل صاحب کے بعد جناب پروفیسر غازی احمد صاحب نے مختصر وقت میں خلافت اور دین کے محکمات بیان کئے اور اپنے قبول اسلام کی برکات کے ضمن میں بتایا کہ اس کے بعد ۱۹۳۸ء سے لے کر آج تک ایک نماز بھی میرے ذمہ نہیں ہے اور رزق حلال کے ضمن میں فرمایا کہ اپنی ملازمت کے دوران ایک پیریڈ بھی ایسا نہیں جسے میں نے چھوڑا ہو۔ انہوں نے کہا حضرات! یہ ہیں وہ نشانات راہ جن پر چل کر ہم بھی اپنی زندگی کو اطمینان و سکون سے ہمکنار کرسکتے ہیں " ۔ بعد ازاں انہوں نے دعا مانگی اور یوں سوا چار گھنٹے کا طویل جلسہ اختتام کو پہنچا۔ بعد ازاں جامع مسجد ڈنہ میں پروفیسر صاحب کا خطاب جمعہ تھا جس میں انہوں نے اپنے پس منظر اور مسلمانوں کی حالت زار پر مفصل گفتگو کی ۔

اس جلسے کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ایک اور نو مسلم علی احمد صاحب بھی جن کا تعلق غالباً برطانیہ سے ہے ' ظفر الدین صاحب کے ہمراہ تشریف لائے تھے ۔ سر پر پگڑی ' ہاتھ میں عصا ان کا امتیازی نشان ہے ۔ اسلام آباد کی سڑکوں پر دور ہی سے پہچانے جاتے ہیں ۔ وہ اردو سے تو ناواقف تھے لیکن تقریروں کے مدو جزر سے خوب محظوظ ہورہے تھے ۔

اس جلسے کی تشہیر بھی خوب کی گئی تھی ایک ہزار پوسٹر اور تقریباً دو ہزار ہینڈ بل تقسیم کئے گئے مختلف مقامات پر چاکنگ کی گئی ۔ مری سے کوہالہ تک ' اپر دیول ' اوسیاہ ' ترمٹھیاں ' باسیاں وغیرہ قصبات میں خلافت کا پیغام خوب عام کیا گیا جس کے نتیجے میں یہاں اب معاونین کی تعداد ۳۵ ہے ۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۝

سوال یہ ہے کہ...

خلافت کے موضوع پر داعی تحریک نے دانشوروں کے سوالات کا جواب دیا

موقر روزنامہ نوائے وقت نے پچھلے دنوں ایوان وقت لاہور میں داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو مدعو کیا تھا جہاں انہیں خلافت کے مفہوم کی وضاحت کا موقع دینے کے بعد زحمت دی گئی کہ تقریب میں خصوصی طور پر بلائے جانے والے دانشوروں کے سوالات کے جواب دیں۔ سوال و جواب کا یہ سلسلہ خاصا طویل اور موضوع کے سب پہلوؤں پر محیط تھا لیکن "نوائے وقت" نے اسی جمعہ اپنے میگزین میں اس کی بہت مختصر اور ایک حد تک غیر مربوط رپورٹ شائع کی ہے جس کا سبب گنجائش کی کمی کے سوا کچھ اور سمجھ میں نہیں آتا۔ ایوان وقت کی رپورٹ کو نقل کرتے ہوئے ہم نے ڈاکٹر صاحب کی ابتدائی توضیحات کو حذف کردیا ہے جن سے ہمارے قارئین اب تک بخوبی واقف ہو چکے ہیں--- ادارہ

سید افضل حیدر.... میرا آپ سے پہلا سوال یہ ہے کہ آپ نے اپنی تمام گفتگو میں اس بات کا تذکرہ نہیں کیا کہ امہ میں جو مکاتب فکر ہیں بلکہ فرقہ واریت ہے اور بعض قرآنی نصوص کے مطابق جن کا معاملہ شرک تک جا پہنچتا ہے نفاذ خلافت کے ضمن میں کیا ان سب میں اتفاق ضروری ہے - آپ تمام فرقوں کو کیسے متفق کریں گے ؟

ڈاکٹر اسرار احمد..... میں نے بغیر نام لئے اس کا حل پیش کیا ہے - میرے نزدیک اس سلسلے میں دو مراحل ہیں - ایک تو اس نظام کو قائم کرنے کا اور انقلاب کا۔ انقلاب میں کبھی بھی اتفاق رائے کا معاملہ نہیں ہوتا۔ کوئی تحریک اقلیت' مقاصد کی لگن اور قربانی دے کر انقلاب برپا کیا کرتی ہے - دنیا میں کہیں بھی انقلاب اتفاق رائے سے نہیں آیا - باقی اس نظام کے اندر اس کا حل موجود ہے کیونکہ قرآن و سنت میں کسی فرقے کا تذکرہ نہیں - اور قانون سازی پارلیمینٹ یا مجلس ملی کے ذریعے ہوگی - ایسا قانون جو کتاب و سنت کے منافی نہ ہو اجتہاد ہوگا' مگر قرآن و سنت کی حدود میں اور اگر کہیں قانون سازی میں قرآن و سنت سے تجاوز ہوجائے تو ایسا قانون نافذ العمل نہیں رہے گا البتہ جہاں تک پرسنل لاز کا تعلق ہے اس ضمن میں جیسے غیر مسلم اپنی عبادات ادا کریں گے ویسے ہی دیگر فرقے بھی اپنے مسلک کے تحت عبادات وغیرہ ادا کرسکیں گے۔

تاہم شادی بیاہ کے سلسلے میں اگر لڑکا اور لڑکی دو مختلف فقہوں سے تعلق رکھتے ہوں تو نکاح کے وقت یہ مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے کہ کس فقہ کے تحت نکاح کیا جائے - میرے نزدیک اس میں کہیں کوئی مسئلہ نہیں ہے - کیونکہ ایک چیز اس وقت موجود ہی نہیں اس لئے اس میں دقت کا احساس ہو رہا ہے - البتہ جن آیاتِ مبارکہ کا آپ نے حوالہ دیا ہے ان میں در حقیقت دین کی تفریق ہے - مذہب اور شریعت کا معاملہ یہ رہا ہے کہ شریعت موسوی اور چیز ہے اور شریعت محمدی اور یا دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے - دین تو عیسیٰؑ' موسیٰؑ' محمدؐ اور ابراہیمؑ سب کا ایک ہی رہا ہے - دین کی تفریق یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کے اندر مرکز اطاعت ایک سے زیادہ کرلیں - مرکز اطاعت اللہ اور اس کا رسولؐ رہے گا - اس کے اندر اندر ہماری قانون سازی ہوسکے گی - اس طرح ہمارے ہاں جو فقہیں مراد ہیں وہ دین نہیں۔ انہیں ہم مذاہب کہیں گے - مذہب حنفی' مذہب مالکی' مذہب شافعی' مذہب جعفری - دین تو ایک ہے' اسلام - اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم سب سے بالاتر ہے - آئین میں بالادستی اسے ہی ہوگی -

سید افضل حیدر........ آپ نے انگریز کی وراثت کا ذکر کیا جو ہم آج بھی جاری رکھے ہوئے ہیں مخلوط قومیت کا بھی تذکرہ کیا اور ساتھ ہی آپ نے مسلمانوں کی بالادستی اور اقلیت کا ذکر کیا ہے - میں آپ کی توجہ میثاق مدینہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو ایک زندہ' موجود' حاضر نبیؐ نے جو صاحب وحی تھے اور وحی کا سلسلہ ابھی جاری تھا اور بعد ازاں نو برس تک جاری رہا' آپؐ نے بھی ایک آئین' دستور یا سوشل کنٹریکٹ کی ضرورت محسوس کی جس کی پہلی شق میں یہ کہا گیا کہ سیاسی انتظامی امور کے لئے مسلم اور غیر مسلم ایک امت تصور کئے جائیں گے - یہ اللہ کے اسی حکم کی تفسیر تھی جس میں تصور کیا گیا ہے کہ تمام انسانیت ایک واحد امت تھی جس کی جانب ہمیں بڑھنا ہے - جس کی وجہ سے سیدنا ابراہیمؑ کو پہلی بار امامت الناس کا تصور دیا گیا۔ مسلمانوں یا یہودیوں کا نہیں

ڈاکٹر اسرار احمد...... میثاق مدینہ کا متن سامنے نہ ہو تو میں شاید تفصیل سے بات نہ کرسکوں۔ میرے نزدیک وہ ایک مشترکہ دفاعی معاہدہ تھا کہ اگر باہر سے مدینے پر حملہ ہوگا تو متحدہ دفاع کیا جائے گا - تاہم ان کی عدالتیں علیحدہ تھیں۔ ان کے فقہا علیحدہ تھے - اپنے اپنے علاقے میں انہیں خود مختاری حاصل تھی - ادھر مسلمانوں کے فیصلے حضور اکرم کی عدالت میں ہوا کرتے تھے - اس طرح کا معاملہ ہم اپنے ہاں بھی کرسکتے ہیں کہ غیر مسلم اپنی عدالتیں الگ بنالیں جیسے کبھی انگریز کے دور میں امارت شرعیہ بہار قائم کی گئی کہ مسلمان اپنے معاملات الگ سے نمٹا لیں - انگریز نے پرسنل لا میں ہمیں آزادی بھی دی ہوئی تھی - حتمی بات تو سورۂ توبہ میں سن ۹ میں نازل ہوئی (ترجمہ) "ان کو چھوٹا ہو کر رہنا ہوگا' جزیہ دینا ہوگا" - یہ سیدھا سیدھا قرآن مجید کا فیصلہ ہے تا قیام قیامت - اسلامی ریاست میں ظاہر ہے کہ جب قانون کتاب و سنت اس کے اصل حدود ہیں' جبکہ یہ اسلام کی بنیاد پر ہے تو انہیں قانون سازی کے عمل میں کیسے

شریک کیا جاسکتا ہے ۔ ہاں ' ان کی جان ' مال ' عزت و آبرو ' جائیداد ' کے تحفظ کی ضمانت ضروری دی جاتی ہے ۔ جزیہ کا لفظ ایک گالی بنا لیا گیا ہے حالانکہ حقیقتاً" یہ "جزا" سے نکلا ہے ۔ ذمی کا لفظ بھی گالی نہیں ہے ۔ یہ ذمہ داری سے مشتق ہے۔ ان کے تمام تحفظات کی ذمہ داری اسلامی حکومت لے لیتی ہے اور اس کے بدلے میں جزا لیتی ہے ۔ یہ ایک ٹیکس ہے جیسا کہ آجکل کی دنیا میں ٹیکس لیا جاتا ہے۔

سید افضل حیدر...... اس ضمن میں سوال اٹھتا ہے کہ پاکستان کی اساس کے متعلق آپ نے بجا طور پر ۱۹۳۰ء کے علامہ اقبال کے خطبے اور اس کی روح کا ذکر کیا ہے کہ یہ اسلام کو عرب آمریت ' امپریلزم سے آزاد کرواتا ہے ۔ میں اس سے اتفاق کرتا ہوں لیکن پاکستان کے وجود کی بنیاد ۱۹۴۰ء کی قرار داد لاہور ہے جس کے صرف دو حصے ہیں ۔ اس کا پہلا اور اہم حصہ یہ ہے کہ اس خطے میں اقلیت کے انتظامی ' مذہبی ' سیاسی ' اخلاقی اور ہر قسم کے حقوق برابر ہوں گے اور قائداعظم بار بار یہ یقین دہانی کراچکے ہیں کہ پاکستان میں رہنے والے ہندوؤں اور بھارت میں رہنے والے مسلمانوں کو اسی طرح آزادی حاصل ہوگی ۔ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء کے خطبہ میں بھی یہی کہا تھا کہ اس خطے کے وجود میں آنے کی ایک اور بنیاد ہندوستان کے مسلمانوں کا دفاع ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بنیاد پر جو آپ نے ایک دنیا سے وعدہ کیا کہ آپ پاکستان میں برابر کے شہری ہوں گے تو کیا آپ اس اعتبار سے قرار داد لاہور کی نفی نہیں کررہے؟

ڈاکٹر اسرار احمد.... میں پاکستان کی نفی نہیں ' بلکہ پاکستان کی بنیاد اس اعتبار سے مستحکم کررہا ہوں کہ یہ ملک دو قومی نظریئے کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا ۔ کانگرس سے ہمارا جھگڑا یہ تھا کہ اس کے نزدیک ہندوستان میں بسنے والے تمام انسان بلا تفریق قوم و مذہب عقیدہ ایک ہیں ۔ ہم نے کہا نہیں ہماری قومیت کی بنیاد ہمارا مذہب ہے ۔ یہی تو اصل جھگڑے کی بنیاد ہے اور اسی اصول پر ہمارا ملک معرض وجود میں آیا۔ میرے نزدیک یہ بنیادی غلطیوں میں سے ہے کہ انگریز جو نظام چھوڑ گیا تھا ہم نے اسے جوں کا توں اپنے اوپر نافذ کر لیا میں تو یہاں تک عرض کرچکا ہوں کہ ہندوستان کے مسلمانوں سے بھی یہ غلطی سرزد ہوئی کہ انہوں نے سیکولر ازم کے نعرے کے تحت یہ سمجھ لیا کہ ہم بھی بھارت میں برابر کے شہری ہیں حالانکہ ایسا قطعاً" نہیں ہے ۔ یہ ان کی صرف دستوری حیثیت ہے ۔ انہیں ڈی فیکٹو حقوق حاصل نہیں ہیں اس کی بجائے اگر وہ بھی اپنے لئے اقلیتوں کا درجہ اختیار کرتے ' اور تحریک پاکستان کا جو منطقی نتیجہ ہے ' اسے اختیار کرتے تو وہ آج موجودہ حالت سے کہیں بہتر زندگی بسر کررہے ہوتے ۔ میرے نزدیک دو قومی نظریئے اور پاکستان کی اساس کا منطقی تقاضا یہی ہے ۔

ممتاز احمد خان..... ڈاکٹر صاحب ! مجھے آپ کے خیالات و نظریات سے خاصے عرصے سے واقفیت ہے ۔ قبل ازیں چودھری محمد علی مرحوم نے نظام اسلام پارٹی قائم کی تھی جس میں بہت ساری چیزیں یہی تھیں ۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا ۔ آپ نفاذ خلافت کے لئے کام کیسے کریں گے ۔ آپ سے پہلے بھی جید علماء سعی لا حاصل کرچکے ہیں ۔ کسی الیکشن میں وہ چار سیٹیں بھی نہیں جیت سکتے۔

ڈاکٹر اسرار احمد..... میں آپ کے خیالات کی قدر کرتا ہوں۔ اول تو یہ کہ انتخابی قوانین کو بدلنے کے لئے خود ایک بڑی بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہے جو انقلابی جدوجہد کی متقاضی ہے ۔ اس لئے کہ مراعات یافتہ طبقہ جب بھی اپنے اوپر زد پڑتی دیکھے گا ۔ اس کے خلاف فصیل بن کر کھڑا ہوجائے گا لیکن میں سمجھتا ہوں نظام الیکشن کے ذریعے نہیں بدلا کرتا ۔ اس کے ذریعے Status Quo رہے گا ۔ بہتر طریق پر الیکشنوں سے نظام چلانے کے لئے بہتر ہاتھ تو مل جائیں گے مگر نظام بدلنا ہے تو انقلاب ہی واحد راستہ ہے ۔ میرے نزدیک آئیڈیل حضور اکرمؐ کا طریقہ انقلاب ہے اور وہ یہ کہ ایک نظریہ اور اس کی اشاعت ۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ اسے شعوری طور پر قبول کریں انہیں منظم کر کے ایک انقلابی پارٹی وجود میں لانا ۔ تیسرے ان کی تربیت ۔ پھر یہ کہ جب تک ان کی تعداد محدود اور طاقت کم ہے تو سوچ بوجھ کر چلنا ہوگا پھر جب طاقت آجائے تو کسی بھی قوت کو چیلنج کرسکتے ہیں اور پھر تصادم ہوگا ۔ جانیں دینی پڑیں گی ۔ حضور اکرمؐ کی زندگی میں چھ برس تک مسلح تصادم ' جنگ جاری رہی تھی۔ سنہ ۲ سے سنہ ۸ تک اندرون ملک تھی۔یہاں یہ ہے کہ ایک غیر مسلح مگر منظم ایجی ٹیشن ہوسکتا ہے یہ بھی جدید دنیا میں ایک طریقہ ہے جس کی مثال ایران نے پیش کی ہے ۔ اس طرح انقلاب برپا ہوتا ہے البتہ جب انقلاب آجاتا ہے تو وہ اپنے نئے نظام قوانین بنائے گا ۔ انتخابات کے اپنے اصول بنائے گا لیکن یہ سب کچھ انقلاب کے بعد ہوگا ۔ اس وقت تو ایک انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہے جو سیرت رسول اکرمؐ کے اصولوں پر ہو ۔ اور اس میں اجتہاد ہو اس لئے کہ وہاں تو کافروں اور مسلمانوں کے مابین جنگ تھی جبکہ یہاں دونوں جانب مسلمان ہی ہیں اس لئے غیر مسلح لیکن منظم ایجی ٹیشن ہو جیسا کہ میں پہلے عرض کرچکا ہوں ایران کی مثال آج کے دور میں نمایاں ہے ۔ میں نے ضیاء الحق سے جب انہوں نے زکوٰۃ آرڈیننس نافذ کیا تھا ہاتھ جوڑ کر کہا تھا کہ خدا کے لئے اسے واپس لے لیں اور پرسنل لا کے تحت عبادات کے ذیل میں رہنے دیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انقلاب اس راستے سے آئے گا الیکشن کے ذریعے آپ نظام نہیں بدل سکتے۔

حیدر فاروق مودودی..... آپ کہتے ہیں کہ طاقت کے ذریعے کریں گے ' تو پھر جمہوری عمل تو ختم ہوگیا ۔ پھر جس کے پاس طاقت ہوگی وہ آپ کی حکومت بھی ختم کردے گا ۔ یہ تو بڑا خطرناک راستہ آپ کھولیں گے۔

ڈاکٹر اسرار احمد .... یہ راستہ تو ہروقت کھلا ہوا ہے ۔ جس کے پاس اس وقت طاقت ہے سب کچھ اس کے قابو میں ہے ۔ آپ پسند کریں یا نہ کریں ۔ فوج طاقت ہے جب چاہتی ہے آجاتی ہے ۔ سوال یہ ہے کہ اسلام کی طرف اس ملک کی پیش قدمی بھی طاقت کے بغیر ممکن نہیں ہے ۔

حیدر فاروق مودودی.... لیکن رسول اللہؐ کے جس انقلاب کی آپ بات کرتے ہیں اس کی بنیاد تو دعوت تھی ' طاقت نہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد...... میرا سیرت کا یہ مطالعہ نہیں ہے ۔ ہجرت کے بعد حضورؐ کی طرف سے حملوں کا آغاز ہوا۔ ہجرت کے بعد حضورؐ نے صرف چھ ماہ لئے مدینے کی داخلی بہتری کے لئے مسجد نبوی تعمیر کی ' میثاق مدینہ اور مواخات .... یہ تین کام کر کے آپؐ نے دستے بھیجنے شروع کردئے ۔ اور جنگ اسی لئے ہوئی کہ حضورؐ نے ابو سفیان کے قافلے کا پیچھا کیا تھا ۔ واپسی پر ابو سفیان نے ایس او ایس کال بھیج دی تھی ۔ نظام کبھی اپنی جڑیں نہیں چھوڑا کرتا جب تک اسے چیلنج نہ کیا جائے۔

حیدر فاروق مودودی...... جب آپ تحریک پاکستان کی بات کرتے ہیں تو قائداعظم کی وہ تقریر کیوں بھول جاتے ہیں جو انہوں نے پہلی مجلس دستور ساز میں کی تھی اس میں واضح طور پر سیکولرزم کا اشارہ ملتا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد..... میں نے یہ تقریر پڑھی ہے۔ اس پر رائے بھی دی ہے میرے نزدیک قائداعظم یہ چاہتے تھے کہ یہاں جو بھی نظام بدلے، جب تک بھارت میں مسلمان اقلیت میں ہیں، یہاں اسلامی نظام کی طرف پیش قدمی ممکن ہی نہیں ہے۔ اب بجائے اس کے کہ پوری دنیا کو چیلنج کرکے اپنے خلاف کرلیں اس عمل، یعنی الیکشن کے ذریعے یہ کام ہو سکتا ہے۔ میں تو قائداعظم کی مذکورہ تقریر کی توجیہہ یہی کرتا ہوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ انتخابات ہی کے ذریعے یہاں انقلاب اور قانون لایا جاسکتا تھا۔ اس معاملے میں مجھے ان سے اختلاف ہے

عطا الرحمان..... میرا سوال نظام خلافت کے معاشی پہلو سے ہے۔ آپ نے حضرت عمرؓ کے اس اجتہاد سے کام لیا ہے جو انہوں نے عراق کی مفتوحہ زمینوں کے بارے میں کیا تھا اس لحاظ سے پاکستان اور بھارت میں بھی راسخ العقیدہ جماعتیں، جنہیں مغرب والے بنیاد پرست کہتے ہیں، آپ نے ان سے مختلف نقطہ نظر اختیار کیا ہے۔ یہ معاملہ پھر نیشنلائزیشن اور اجتماعی معیشت کی طرف چلا جاتا ہے، بہرحال حضورؐ کے زمانے میں بھی اور خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی بزنس کے معاملات میں ریاست کا رول بہت کم تھا۔ خواہ زرعی بزنس تھا یا تجارتی عراق کے بارے میں جو اجتہاد ہوا میری رائے میں وہ وقتی انتظامی معاملہ تھا۔ اگر ہم اس کو اصل بنالیں اور یہی اسلام کا معاشی نظام ہے تو پھر عراق کے بعد بھی تو کئی علاقے مسلمانوں کے زیر نگین آئے جو مفتوحہ نہیں تھے جہاں دعوت کے ذریعے لوگ مسلمان ہوئے یا اسلامی ریاستیں وجود میں آگئیں۔ انڈونیشیا اور ملائیشیا کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ بہت سی زمینیں عراق کی فتح سے پہلے بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئی تھیں!

ڈاکٹر اسرار احمد..... ایک وضاحت کردوں کہ میں نے ایران کے انقلاب کا جو حوالہ دیا ہے، اس کے ساتھ مکمل اتفاق نہیں کرتا۔ میں نے اسے حتمی تبدیلی کے لئے مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔ وگرنہ وہاں تو خالصتاً سیاسی تحریک تھی۔ بادشاہت کے خلاف جیسے یہاں ۱۹۷۷ء میں اینٹی بھٹو موومنٹ تھی۔ زمینوں کے معاملے میں جو آپ نے کہا وقتی بات تھی، ایسا بالکل نہیں ہے اس پر بہت بحثیں ہوئی ہیں۔ باقاعدہ صحابہ کرامؓ کی سب کمیٹی بنی تھی۔ حضرت عمرؓ کے اجتہاد کو پہلے لوگوں نے تسلیم نہیں کیا تھا۔ بعد ازاں مذکورہ کمیٹی کی بنا پر تسلیم کیا تھا۔ اس کی بنیاد پر ہمارے ہاں زمین کی دو اقسام قیامت تک کے لئے تسلیم ہوچکی ہیں۔ ایک خراجی ایک عشری۔ جو لوگ بغیر لڑے بھڑے خود مسلمان ہو جائیں، ان کی زمینیں ملکیتی ہوں گی، وہ عشری ہوں گی اور ان میں سے عشر لیا جائے گا۔ جو لوگ فتح ہونگے، ان کی زمینیں خراجی ہوں گی، ان سے خراج لیا جائے گا، چاہے وہ مسلمان ہوں اور یہ نظام خلافت عثمانیہ تک قائم رہا۔

میرے نزدیک یہ بڑا انقلابی تصور ہے۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ ملوکیت آئی تو جاگیرداری بھی آگئی۔ اس پر علما کے ہاں تھوڑا بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا تو یہ فتویٰ ہے کہ ہندوستان کی ساری زمینیں خراجی ہیں۔ تاہم تجارت کے معاملے میں میں نے یہ بات نہیں کہی۔ فری مارکیٹ کا تصور اسلام کے نزدیک درست ہے، صرف سود اور جوا حرام ہے۔

ایس ایم ظفر..... آپ کے دس نکات کے حوالے سے بات کروں گا اور وہی میرا سوال ہوگا۔ چند نکات سے متفق ہوں، اکثر سے اختلاف ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد..... میرے نزدیک قرار داد مقاصد میں اس بات کی صراحت ہے کہ اس ملک کے رہنے والوں کو جو اختیار اور اقتدار حاصل ہے وہ ایک مقدس امانت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لاگو ہونے والے حدود کے اندر استعمال ہو گا۔ اس اعتبار سے صرف نظری حاکمیت نہیں ہے۔ اور اجتہاد پارلیمینٹ کے ذریعے یہ ممکن العمل معاملہ ہے۔ آپ نے مخلوط قومیت کی نفی کے حوالے سے جو بات کی ہے میں نیشن سٹیٹ کا قائل نہیں ہوں۔ میرے نزدیک یہ مغربی تہذیب کے فسادات میں سے ہے۔ مصور پاکستان علامہ اقبال نے اسے شرک قرار دیا تھا۔ پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے۔ اگر نیشن سٹیٹ ہے تو ہم نے تو سود کو بھی ابھی تک گوارا کیا ہوا ہے۔ نظام خلافت میں نیشن سٹیٹ نہیں ہوگی۔ خلیفہ قانون سازی یہ تمام مسلمانوں کے معاملے ہوں گے۔ غیر مسلموں کو ان کے حقوق ضرور ملیں گے۔

میرے نزدیک خلافت تمام مسلمانوں کو اجتہادی طور پر حاصل ہے۔ خلافت صرف حاکمیت مطلقہ کی نفی کا نام ہے۔ یہ پارلیمانی بھی ہوسکتی ہے اور صدارتی بھی۔ (اس ضمن میں میرا ایک مضمون نوائے وقت میں شائع ہوچکا ہے) میرے نزدیک خلافت راشدہ کا نظام جو ہمارا آئیڈیل رہا ہے صدارتی نظام کے قریب تر تھا۔ میرے نزدیک سود اور ربوا ایک ہی شے ہے۔ ان میں جو تخصیص کی جارہی ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ فیڈرل شریعت کے فیصلے کو میں صحیح سمجھتا ہوں۔ مشارکت یا مضاربت کے اصولوں پر کاروبار ہوگا۔ جہاں تک قانون مساوات کا تعلق ہے تو عدالت بھی تو ایک جگہ ہے اور یہاں کسی بھی فرد کو طلبی سے مستثنیٰ نہیں ہونا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ بھی اپنا مقدمہ لے کر عدالت میں پیش ہوئے تھے۔ "مقدس گائے" کا ہمارے ہاں کوئی تصور نہیں ہونا چاہیے۔ جہاں تک مخلوط معاشرے کا تعلق ہے۔ لڑکوں، لڑکیوں کے تعلیمی ادارے الگ ہونے چاہئیں۔ خواتین کے ہسپتال میں خاتون نرسیں اور مردوں کے ہسپتال میں مرد نرس ہونے چاہئیں۔ جیسا آرمی فارورڈ یونٹوں میں میل نرسز ہوتے ہیں۔ تاہم جہاں ناگزیر ہو، وہاں عورت ستر و حجاب کا اہتمام کر کے کام کرسکتی ہے۔

مفتی غلام سرور قادری.... میں سمجھتا ہوں کہ امریکہ نے جو ورلڈ آرڈر شروع کیا ہے۔ اس کا توڑ نظام خلافت میں مضمر ہے۔ اس موضوع پر ملک گیر سطح پر مباحث ہونے چاہئیں ۱۹۲۴ء تک نظام خلافت دنیا میں چلا ہے۔ میں ایک حدیث کے حوالے سے کہوں گا جو قوم خلیفہ کے بغیر وقت گزارتی ہے وہ دور جاہلیت کا وقت گزارتی ہے۔ ۱۹۲۴ء میں خلافت ختم ہوئی، لہٰذا تب سے اب تک ۷۰ برس سے ہم دور جہالت میں زندگی بسر کررہے ہیں۔ خلافت قائم کرنے کے لئے ہمیں دنیا بھر سے ارباب حل و عقد کو یکجا کرنا چاہئے۔

ڈاکٹر اسرار احمد .... میرے نزدیک، موجودہ انتخابی نظام کے تحت خلیفہ منتخب نہیں ہوگا۔ نظام خلافت کا قیام انقلابی جدوجہد کے بغیر ناممکن ہے۔ پہلا خلیفہ جو بھی ہوگا وہ انقلاب برپا کرنے والی پارٹی کا سربراہ ہوگا۔ وہ کسی کے ووٹ، مشورے یا ارباب حل و عقد کا پابند نہیں ہوگا۔ انقلاب برپا کرنے والی پارٹی کے ارکان ہی اس کے لئے اصحاب حل

د عقد ہوں گے ۔ اس کے بعد جو نظام وضع کیا جائے گا وہ عامتہ المسلمین کا ہوگا البتہ اس میں انتخابات میں حصہ لینے والوں کی سکریننگ ہوگی کہ کون لوگ ہیں ' ان کے پاس دولت کہاں سے آئی ۔ میرے نزدیک مسلمان برابر ہیں ' قانونی و دستوری حقوق میں۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ درست ہے کہ جب تک ہم خلافت قائم نہیں کرلیتے ' جہالت کی زندگی بسر کررہے ہیں ۔ لیکن اس کے قیام کا طریقہ وہی ہے جو محمدؐ رسول اللہ نے اپنی ۲۳ برس کی جدوجہد میں اختیار کیا ۔ ہمیں انہی قربانیوں کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا ہوگا ۔ میرے نزدیک خلافت کا نظام کسی ایک ملک میں انقلابی جدوجہد سے قائم ہوگا ۔ پھر اس کی برکات ظاہر ہوں گی تو عالم اسلام خود بخود اسے اختیار کرلے گا۔ OO

تراشے

انگریز آقاؤں کی پیروی کب تک؟

(روزنامہ جنگ میں جناب ارشاد احمد حقانی کے ایک کالم سے اقتباسات)

اسلام کی تعلیم عدل و احسان کی کارفرمائی بدقسمتی سے ہمیں اپنی حیات اجتماعی کے کسی بھی شعبے میں دکھائی نہیں دیتی۔ سماجی و معاشی اونچ نیچ ہمارے معاشرے کی تلخ ترین اور نمایاں ترین حقیقت ہے۔ ملک کے وسیع علاقے (چاروں صوبوں میں) پسماندگی اور محرومی کی منہ بولتی تصویر پیش کرتے ہیں۔ کروڑوں پاکستانی مرد عورتیں اور معصوم بچے جو ہمارے دینی اور وطنی بھائی ہیں' متوازن خوراک' مناسب اور بروقت علاج' تعلیم کے مواقع' تفریح کے وسائل سے یکسر محروم ہیں اور انتہائی ناگفتہ بہ حالات میں زندگی کی گاڑی کھینچ رہے ہیں۔ گزشتہ ۴۵ سال میں ہم نے انگریز سے ورثے میں ملنے والے انتظامی' سماجی اور معاشی ڈھانچے کی اصلاح کرنے کی کوئی قابل ذکر کوشش نہیں کی۔ دفتری نظام اسی طرح فرسودہ' پیچیدہ اور اذیت پسند ہے جس طرح ایک غیر ملکی حاکم نے اپنی مصلحتوں کے تحت تشکیل دیا تھا بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اس نظام کے مثبت پہلو (جو بھی تھے) دب چکے اور کالعدم ہو گئے ہیں اور اس کے منفی پہلوؤں کو اور زیادہ مستحکم کر دیا گیا ہے۔ انگریز کے زمانے میں ضابطے کی پابندی اور عوامی شکایات پر بروقت حکومتی کارروائی کا ایک انداز' ایک معیار تھا۔ اب وہ سب کچھ دریا برد ہوچکا ہے اور عام آدمی کا کوئی پرسان حال نہیں۔ ہر صوبہ میں دوچار بڑے شہروں کو چھوڑ کر ہر جگہ پولیس' ریونیو اور سول انتظامیہ کے کل پرزوں کی خدائی ہے۔ پولیس کے مظالم اور کج روی دور افتادہ اضلاع میں پورے عروج پر رہتی ہے۔ محکمہ مال کا ہر دفتر کرپشن کا اڈہ اور اس کا ہر اہلکار (الا ماشاء اللہ) عام آدمی کا خون چوسنے والا ہے۔ سول انتظامیہ عوام کی خادم نہیں' حاکم ہے اور حاکم بھی نا اہل اور کرپٹ۔ اضلاع میں مقامی با اثر لوگ جو بالعموم بڑے زمیندار' ضلع کونسلوں کے ارکان' صوبائی اور قومی اسمبلیوں کے ممبر ہیں' پولیس اور ڈی سی اور تحصیلدار سے پورا گٹھ جوڑ رکھتے ہیں اور اپنی "رعایا" میں سے کسی کو دم مارنے نہیں دیتے۔ چاروں صوبوں کے بڑے زمیندار اور جاگیردار اور پیر ہر قسم کے عیش و تنعم کے وسائل سے بہرہ ور ہیں لیکن اپنے اپنے علاقوں کے عوام کو پسماندہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ بڑے زمیندار اور ان کے کاشتکار کا رشتہ آج بھی آقا اور غلام کا ہے۔ آقا اسے صرف اس قدر دینے پر راضی اور تیار ہوتا ہے جس سے بمشکل اس کے تن اور روح کا رشتہ برقرار رہے۔ اس سے زیادہ دینے کا وہ روادار نہیں۔

اپنے آپ کو سہارا دینے کے لئے ہم اپنا یہ یقین برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ پاکستان کے کروڑوں عوام پر مسلط یہ شب تاریک آخر کار ایک حسین صبح میں تبدیل ہوگی لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ موجودہ ظالمانہ نظام کے خلاف مسلسل آواز بلند کی جاتی رہے اور اس کے ہر مظہر اور علامت پر حملہ کیا جائے۔ آیئے آج آپ کو بتائیں کہ پنجاب کے چند اضلاع میں ہمارے خادمان عوام "سول سرونٹس) کس قسم کی رہائش گاہوں میں مقیم ہیں جبکہ ان کے پہلو بہ پہلو محروموں اور محرومیوں کے وسیع سمندر ہیں۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق ان اضلاع میں سول حکام جن "مکانات" میں رہائش پذیر ہیں وہ پوری پوری "اسٹیٹس" ہیں۔ ان کی وسعت اور ان کے طول و عرض کا کوئی شمار نہیں لیکن آج تک انگریز کے قائم کردہ ان شاہانہ قلعوں کو نئے حقائق سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت کا احساس کسی حاکم کو نہیں ہوا۔ ہم بڑے بڑے گورنر ہاؤسوں کو روتے ہیں کہ ان میں مقیم ایک فرد یا خاندان کے لئے اتنی بڑی عمارت کی کیا ضرورت ہے لیکن ذیل کی تفصیل پڑھنے سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ گورنر ہاؤس صرف لاہور ہی میں نہیں ہے' اس طرح کے کئی "منی گورنر ہاؤس" صوبے کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں اور ایک ایک افسر سو سو کنال کے مکان میں رہ رہا ہے جبکہ انہی اضلاع میں معمولی چھت سے محروم لوگوں کا کوئی شمار نہیں۔

اس اطلاع کے مطابق فیصل آباد کے کمشنر جس "مکان" میں مقیم ہیں اس کا رقبہ ۷۰ کنال سے زیادہ ہے ضلع کے ڈپٹی کمشنر کا مکان اس سے بھی بڑا ہے اور اس کا رقبہ ۷۴ کنال سے زیادہ ہے۔

ملتان میں کمشنر صاحب ۶۰ کنال کے مکان میں رہائش پذیر ہیں۔ ڈپٹی کمشنر صاحب کا مکان ۴۸ کنال زمین گھیرے ہوئے ہے باقی افسروں کے مکان نسبتاً چھوٹے ہیں لیکن پھر بھی دس دس بیس بیس کنال سے کم رقبہ نہیں رکھتے۔ یہاں بھی زمین کی قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سرگودھا میں کمشنر صاحب کا مکان ۱۰۴ کنال پر پھیلا ہوا ہے۔ ڈپٹی کمشنر کا مکان ۵۴ کنال پر ہے۔ ڈی آئی جی صاحب ۴۳ کنال کی کٹیا میں رہتے ہیں۔ ایس پی صاحب ۴۲ کنال کا مکان رکھتے ہیں ۔ سیشن جج صاحب کا مکان ۴۰ کنال کا ہے۔ ڈی سی صاحب کا ۴۱ کنال کا' ڈی آئی جی کا ۳۱ کنال کا۔ ڈیرہ غازی خاں میں کمشنر کا مکان ۸۷ کنال پر محیط ہے۔ ڈی سی کا ۵۵ کنال کا ہے۔ ڈی آئی جی کا ۳۸ کنال کا ہے ایس پی کا ۲۳ کنال کا۔ سیشن جج کا ۵۵ کنال کا۔ ——— یہ مکانات انگریز نے بنائے تھے کہ ان میں رہنے والے تمام حاکم غیر ملکی آقا تھے۔ انہیں رعب و

باقی صفحہ ۱۸ پر

قرآن اکیڈمی میں نکاح مسنونہ کی پہلی تقریب

محمد سمیع

کراچی کی قرآن اکیڈمی کی تاریخ میں ضیاء الرحمن صاحب کا نام اس اعتبار سے نمایاں رہے گا کہ یہاں نکاح خوانی کی بسم اللہ ان کے نکاح سے ہوئی اور یوں بھی کہ خطبہ نکاح خود امیر تنظیم اسلامی نے پڑھا۔ یہ سب اللہ کی توفیق کا مظہر ہے کہ اس نے ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ کراچی کی قرآن اکیڈمی میں بھی ایک طرف تو اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں میں عربی گرامر کے کورس کا اجراء کیا تو دوسری جانب شادی بیاہ کے ضمن میں اصلاح رسوم کی تحریک بھی برپا کی جس کا سلسلہ گذشتہ دو عشروں سے نہایت خاموشی کے ساتھ چل رہا ہے۔

امیر محترم نے حسب معمول پہلے خطبہ نکاح کے معنی و مطالب کے ضمن میں خطاب فرمایا اور معاشرتی زندگی میں بھی تقویٰ کی اہمیت پر زور دیا جو روح دین کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ گھریلو زندگی کی ابتداء ہی سے تقویٰ کی روش اختیار کی جائے تو بعد میں اللہ کے نام پر رشتوں کی لاج رکھنے کی درخواست کی نوبت نہیں آتی کیونکہ زن و شو میں تقویٰ موجود ہو تو پھر خانگی زندگی میں ناخوشگوار ماحول پیدا ہی نہیں ہوتا ۔ اور خانہ خدا میں نکاح سے اللہ تعالیٰ ازدواجی زندگی میں برکت ڈال دیتے ہیں۔ ویسے بھی ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ نکاح کا اعلان عام کرو اور اسے مسجد میں منعقد کیا کرو۔

بعد ازاں انہوں نے طعام ولیمہ کی اہمیت پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا شادی کی خوشی منانے کے لئے اس کا اہتمام ضروری ہے کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ شادی بیاہ میں تقریبات کے جنجال کے ضمن میں انہوں نے ہندو معاشرے میں ایک عرصہ گزارنے کے نتیجے میں مسلمان گھرانوں میں در آنے والی ہندوانہ رسوم کا تذکرہ کیا ۔ انہوں نے فرمایا کہ اسلام میں نہ تو بارات کا کوئی تصور ہے اور نہ ہی لڑکی والوں کے ہاں دعوت طعام کا ۔ اگر ایسا ہوتا تو جس طرح طعام ولیمہ کو موکد کیا گیا اسی طرح ان چیزوں کا کہیں ذکر تو ہوتا ۔ عقل و منطق بھی اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ لڑکی کی رخصتی کوئی خوشی کی بات ہوتی ہے جسے اس طرح منایا جائے ۔ جہیز کی بھی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ۔ جو لوگ حضرت فاطمہؓ کی شادی کے موقع پر جہیز کی دلیل دیتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر حضرت فاطمہؓ کے والد محترم تھے تو حضرت علیؓ کے سرپرست بھی تھے ۔ پھر جو بھی قلیل سامان حضرت فاطمہؓ کے ساتھ گیا وہ اس رقم سے خریدا گیا تھا جو حضرت علیؓ نے مہر کے طور پر اپنی زرہ کو بیچ کر دی تھی ۔ اگر جہیز ایسی ہی ضروری شے ہوتی تو حضرت رقیہؓ اور حضرت امّ کلثومؓ کی شادی کے موقع کے علاوہ امہات المومنین بھی جہیز ساتھ لاتیں ، لیکن ایسا کوئی تذکرہ سیرت نبویؐ میں ہمیں نہیں ملتا ۔ اس ضمن میں معاشرہ میں جو طبقاتی فرق و تفاوت نمایاں ہوتا چلا جارہا ہے جس کے نتیجے میں فساد برپا ہو رہا ہے ، اس کا تذکرہ کرتے ہوئے امیر محترم نے اس مثال سے اپنی بات واضح کی کہ سیٹھوں کی بیٹیاں لاکھوں کا جہیز لے کر جارہی ہیں اور ان کے خادموں کی بیٹیاں جہیز نہ ہونے کی بناء پر گھروں میں بیٹھی بوڑھی ہو رہی ہیں۔

حدیث نبویؐ کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ جو لوگ اس سے اعراض کے لئے اللہ سے لو لگی ہونے کی دلیل دیتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں کیونکہ اسلام نے تجرد کی زندگی کو کبھی پسندیدہ نہیں ٹھہرایا ۔ عیسائیوں نے تجرد کی زندگی کو اختیار کیا تو ان کے چرچ جنسی جرائم کے اڈے بن گئے کہ یہ بات فطرت کے خلاف تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ پھر آگے چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو میری سنت سے اعراض کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ اب تجرد کی زندگی اختیار کرنے والوں کو اپنے مقام کا تعین خود کرلینا چاہیے۔

بعد ازاں بھائی ضیاء الرحمن کا بالکل سادہ انداز میں ایجاب و قبول ہوا جسے نمازیوں کی اچھی خاصی تعداد نے بڑی دلچسپی سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اصلاح رسوم کی اس تحریک میں اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ○○

اپنی بات

اسی کشمکش میں گزریں مری زندگی کی راتیں

رحیم کاشفی

زندگی برف کی مانند پگھل رہی ہے اور مہلت عمل کم سے کم تر ہوتی جارہی ہے۔ انسان کمزور تو ضرور واقع ہوا ہے لیکن کیا کیا جائے کہ نجات اخروی کیلئے عمل نہایت ضروری ہے۔ یہی عمل پیہم ہے جس کے لئے تنظیم اسلامی کے رفقاء نے امیر تنظیم اسلامی کے ہاتھ پر بیعت سمع و طاعت فی المعروف کی اور معاونین تحریک خلافت نے تعاون کا عہد کیا ہے۔

مدیر ندائے خلافت کی تحریر "آپس کی باتیں" پڑھ کر میں سوچتا رہا۔ اسے آپ خود احتسابی بھی کہہ سکتے ہیں اور مراقبہ بھی۔ تحریر کیا تھی ، لفظ "العصر" کی نہایت عمدہ تفسیر کہی جا سکتی ہے جس کے ذریعے انہوں نے رفقاء و معاونین کو مخمصے سے

باقی صفحہ ۱۸ پر

بقیہ اسی کشمکش میں گزریں

نکالنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ہماری تحریک رجوع الی القرآن کی بنیاد بھی تو سورۃ العصر ہے جس میں نجات کیلئے کم سے کم لیکن لازمی شرائط کا ذکر ہے۔

میں سوچتا رہا کہ ہم نے امیر محترم کی تقاریر سنیں، تحریریں پڑھیں تو دل نے یہ جانا تھا کہ یہ تو اپنی ہی آواز ہے۔ لبیک کہا، بیعت کرلی۔ جذباتی سی بات تھی یا سوچا سمجھا فیصلہ، اب تقاضے آنے لگے تو مفادات آڑے آنے شروع ہوئے۔ جان، مال، وقت کی قربانی بڑا مہنگا سودا لگا۔ ہمت پست ہوئی، جان چرانے لگے۔ نفس اور شیطان نے نقب لگائی، پیچھے ہٹا دیا۔ دنیا کی محبت اور رنگینی ایک طرف، پیٹ کا چکر ہی پاؤں کی زنجیر ہے۔ طلب دنیا میں تو وہی معاملہ ہے کہ "ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں" لیکن تحریکی معاملات نہایت کٹھن لگنے لگے۔ "تپتی راہیں مجھ کو پکاریں، دامن پکڑے چھاؤں گھنیری"۔ پھر یاد آیا کہ "وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے" اور استقامت میں تو قیامت مضمر ہے۔

مراقبہ کیا تو احساس زیاں ہوا۔ وقت تیزی سے گزرتا جا رہا ہے اور جان چرانے کی عادت سے ابھی چھٹکارا نہیں ملا۔ بڑی کھری کھری باتیں تھیں جو مدیر ندائے خلافت نے نہایت محبت آمیز اسلوب میں کہہ دیں۔ یقیناً "دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے"۔ لیکن کیا کیا جائے کہ "مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر"۔

میں سوچتا رہا، کیا خیال ہے؟ کچھ آگے بڑھنے کا ارادہ ہے یا چکنے گھڑے کی مثال بنا ہے کہ "زمین جنبد نہ جنبد گل محمد" من کی دنیا دو حصوں میں بٹ گئی۔ "کعبہ مرے آگے ہے کلیسا مرے پیچھے" کشمکش جاری ہے۔ اندر سے آواز آتی ہے کہ دورنگی چھوڑ دے، یک رنگ ہو جا۔ قدم آگے بڑھائے ہیں تو پیچھے ہٹنے نہ پائیں۔ لبیک لبیک!۔ "مرے شوق کی بلندی مری ہمتوں کی پستی"۔ ۔ ضعف ارادہ بڑھتے بڑھتے نفاق کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اللھم طھر قلوبنا من النفاق واعمالنا من الریاء۔ ویسے صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ البتہ محنت کے ساتھ دعا نہایت ضروری ہے۔ اللہ ہمیں عہد رفاقت و معاونت نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اسی کشمکش میں بڑی دیر مبتلا رہا۔ ارادے باندھتا ہوں، سوچتا ہوں توڑ دیتا ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے، کہیں ویسا نہ ہو جائے"۔ پھر ہاتف غیب سے ندا آئی ۔

اٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

قارئین میں نے تو کچھ ایسا ہی سوچا، یقیناً آپ نے بھی غور فکر کیا ہوگا۔ یہ احساس فرض ہی ہے جو انسان کو عمل پر ابھارتا ہے یا جواب دہی کا احساس جو قوت محرکہ بنتا ہے۔ احساس فرض کہیں یا ' احساس مسئولیت بات ایک ہی ہے۔ البتہ ہمارے لئے جو امیر محترم کے دروس و خطابات ہضم کئے بیٹھے ہیں، پانچواں سوال بڑی ہی اہمیت کا حامل ہے۔ روز قیامت بندہ قدم نہیں ہلا سکے گا جب تک اس سے پانچ باتوں کا جواب نہ لے لیا جائے۔ (۱) عمر کہاں کھپائی (۲) جوانی کا حصہ کیسے بسر کیا (۳) دولت کہاں سے کمائی (۴) اور کہاں خرچ کی (۵) جتنا علم تھا اس کے مطابق کتنا عمل کیا۔ اللھم حاسبنا حسابا یسیرا۔○

بقیہ آزادی کشمیر

کشمیر کی تقسیم کا مسئلہ از خود حل ہوجائے گا۔ سیکولر قیادت کی سرپرستی میں ابھرنے والی تحریک کا توڑ اور مسئلہ کشمیر کی بگاڑی گئی نوعیت مسترد کر کے صحیح صورت حال کو عوام کے سامنے لایا جانا چاہیے۔ حالات نے جو نیا رخ اختیار کیا ہے، اس کے تناظر میں اس استعماری منصوبے کی مخالف تحریک پر بہت زیادہ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کشمیری عوام کو بھارت کے خلاف اور استعماری قوتوں کے ایجنٹوں کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانا چاہیے جس طرح بارش کے لئے بادل ایک امید فراہم کرتے ہیں، اسی طرح دنیا کے موجودہ حالات و واقعات اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ اسلام عروج کے راستے پر تیزی سے رواں دواں ہے۔ مسلمانوں کا مستقبل ایک بار پھر شاندار اور تابناک ہوگا۔ ان شاء اللہ

حریت پسند تنظیموں اور محب اسلام نوجوان مجاہدین کا یہ فرض بنتا ہے کہ اس نازک مرحلے پر سیکولر قیادت کے مسلط کئے جانے اور مسئلہ کشمیر کی نوعیت کو مسخ کرنے کی سازشوں پر خاموشی ترک کردیں۔ مجاہد اس وقت اپنے سر ہتھیلی پر رکھ کر میدان جہاد میں نکلے ہیں تو کل انہیں اللہ تعالیٰ کے دربار میں ان شاء اللہ سرخرو ہو کر اٹھنے کا سامان کرنا چاہیے۔

کیا مجاہدین اور کشمیری مسلمان کشمیر کو ایک ایسے مستقبل کی طرف دھکیلنا پسند کریں گے جہاں عورتوں کی عصمت بازار میں آلو پیاز کی طرح فروخت کی جارہی ہو؟ یہ کہاں کی دانائی ہے کہ ہم اس سیکولر ازم اور آزاد معاشرے کی غلاظت کو کشمیر کے معاشرے میں قدم جمانے کی اجازت دیں ۔ کشمیری شہداء کا خون کشمیر کے بہی خواہ حضرات سے سوال کرتا ہے، کہ وہ کشمیر میں ظلم و ستم کا دور دورہ دیکھنا پسند کریں گے جہاں مسلمانوں کو اس لئے گولیوں سے بھون دیا جاتا ہے کہ وہ اسلام کے تحت زندگی گزارنا چاہتے ہیں جہاں مسلم نوجوانوں کے سینے اس لئے گولیوں سے چھلنی کردئے جاتے ہیں کہ وہ ہاتھوں میں قرآن لئے اللہ تعالیٰ کے مطیع ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔آزاد کشمیر میں یہ سیکولر قیادت مسلط ہوجاتی ہے تو یہاں بھی ایسا ہی حال ہوگا جیسا الجزائر میں ہو رہا ہے لہٰذا کامیابی صرف اس بات میں ہے کہ بھارت سے مکمل آزادی کی جدوجہد کرتے ہوئے پاکستانی اور پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کے ساتھ یک جہتی، اخوت اور اتحاد کے راستے پر چلا جائے کیونکہ ہمارا دین ہمیں اتحاد و اتفاق کا درس دیتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹ جانے سے ہم دشمن کے لئے تر نوالہ تو بن سکتے ہیں، مسلمانوں کے مفاد کا تحفظ نہیں کرسکتے۔

ان حالات میں تمام کشمیری مسلمان کو چاہیے کہ وہ دنیا کے چاہے کسی حصے میں رہتے ہوں، دشمن کی چالوں سے باخبر رہیں، اور آستینوں کے سانپوں سے ہوشیار رہتے ہوئے آزادی کشمیر "اسلامی انقلاب" کے لئے ہر محاذ پر جدوجہد کریں ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب کشمیر آزاد ہو کر عالم اسلامی کا حصہ بن جائے گا اور اس کی فضاؤں میں اسلام کا جھنڈا لہرائے گا

ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم ○○

بقیہ تراشے

دبدبہ کی بھی ضرورت تھی۔ اپنے تحفظ کے لئے بھی وسیع مکانات درکار تھے اور ایک محکوم قوم کے وسائل کا ناجائز استعمال بھی ان کا مقصد تھا لیکن حصول آزادی کے بعد اس روایت کو جاری رکھنے کا کوئی جواز نہ تھا۔ آج جبکہ ہمیں آزاد ہوئے نصف صدی ہونے کو آرہی ہے، ہم نے انگریز کی اس روایت کو بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

گوجرانوالہ کو چودہ زونز میں تقسیم کر کے زونل کنوینرز کا اعلان کیا گیا اور آخر میں ناظم تحریک خلافت جناب عبدالرزاق صاحب نے مختصر خطاب فرمایا ۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر مانگے ہمیں دین کی ہدایت عطا فرمائی ہے۔ یہ اس کا احسان عظیم ہے۔ ہمیں اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور جو لوگ اس طرح کے سخت موسم میں دینی کاموں کے لئے کوشاں ہیں' ان شاء اللہ اجر عظیم پائیں گے۔ پروگرام کا اختتام دعائے خیر پر ہوا جس کے بعد معاونین کو دعوت طعام دی گئی جس کا اہتمام پاشا ہارون برکی صاحب "گوجرانوالہ" نے کیا تھا۔ اس پروگرام میں کل ۶۳ معاونین کے شرکت کی۔

تحریک خلافت پاکستان نے اپنے پیغام کو عوام الناس تک پہنچانے اور رفتار کو تیز تر کرنے کے لئے چھوٹے پیمانے پر جلسہ ہائے خلافت منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں مورخہ ۱۹ جون بعد نماز مغرب گوجرانوالہ ریلوے اسٹیشن کے بالمقابل ٹیکسی اسٹینڈ میں جلسہ خلافت کا انعقاد ہوا۔

جلسہ کی کاروائی کا آغاز نماز مغرب کے فوراً بعد تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کی سعادت محمد اشرف ڈھلوں صاحب کے حصہ میں آئی جس کے بعد محمد امین شاد صاحب نے اپنی نظم پیش کی۔

ہم دین محمدؐ کے وفادار سپاہی
اللہ کے انصار و مدد گار سپاہی
باطل کی خدائی کو گوارا نہ کریں گے
مر جائیں گے' ایمان کا سودا نہ کریں گے

اس کے بعد تحریک خلافت کے نوجوان مقرر مرزا ندیم بیگ نے بڑے جوش و جذبہ سے خطاب کیا۔ مرزا ندیم بیگ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ خلیفہ کا مطلب نائب ہونا ہے چنانچہ انسان کو اللہ کے احکامات کے مطابق زندگی گزار کر حق خلافت ادا کرنا چاہیے لیکن حال یہ ہے کہ ملک پاکستان جو کئی سالوں کی زبردست جدوجہد اور قربانیوں سے محض اس لئے حاصل کی گیا تھا کہ ہم اس میں اللہ کے دئے ہوئے نظام خلافت کو قائم کریں گے ' اس کے حصول کے بعد ہم نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ بھلا دیا۔ اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ۱۹۷۰ء میں ہم پر عذاب کا کوڑا برسایا اور ملک خداداد دولخت ہو گیا۔

انہوں نے کہا کہ اگر مسلمانان پاکستان نے اس ملک میں اللہ کے دین کو نافذ کرنے کی جدوجہد نہ کی تو پھر اس ملک کی بقا کی بھی گارنٹی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لوگوں کو خلافت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جو اہل ایمان بھی ہوں اور عمل صالح کرنے والے بھی۔ انہوں نے حاضرین کو تحریک خلافت پاکستان کا ساتھ دینے کی اپیل کی۔

اس کے بعد ناظم تحریک خلافت پاکستان جناب عبدالرزاق صاحب نے خطاب فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت پورا عالم اسلام ذلت و خواری کی زندگی گزار رہا ہے۔ غیر مسلم قومیں دنیا پر چھا رہی ہیں۔ امریکہ اپنا نیو ورلڈ آرڈر دنیا پر مسلط کرنے کے لئے کوشاں ہے اور یہ نیوورلڈ آرڈر درحقیقت جیو ورلڈ آرڈر ہے۔ مسلمانوں کی دینی و دنیاوی نجات اس میں ہے کہ وہ اللہ کے دین کو تھام لیں' اور اسے نافذ کریں۔ انہوں نے کہا کہ دین اسلام کو نافذ کرنے کے لئے ہماری اکثر دینی جماعتوں نے الیکشن کا راستہ اختیار کر رکھا ہے لیکن الیکشن کا ۴۵ سال کا تجربہ سامنے ہے۔ الیکشن کے ذریعہ صرف سرمایہ دار' جاگیر دار' غنڈے اور بدمعاش ہی منتخب ہو کر اسمبلیوں میں پہنچتے ہیں۔ اس راستے سے اسلام کا نظام عدل نہیں آ سکتا۔

انہوں نے مزید کہا کہ نظام خلافت صرف اور صرف اسوہ محمدیؐ کے مطابق منظم و مربوط جدوجہد کرنے کے ذریعہ ہی قائم ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے عوام الناس کو نظام خلافت کی برکات سے آگاہ کرنا ہو گا اور جو اللہ کے بندے واقعتاً نظام خلافت کا نفاذ چاہتے ہوں' انہیں باہم مل کر بنیان مرصوص بننا ہو گا اور ایک امیر کی قیادت میں یہ مشکل مرحلہ سر کرنا ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ تحریک خلافت پاکستان اسی جدوجہد کا نام ہے۔ آیئے ہم سب ملکر اپنے اس دینی فرض کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔○○

بقیہ تجزیہ

کام کر رہے تھے اور اس کے متعلق اخبارات میں سب کچھ شائع کر دیا گیا تھا ہر ایک کو اس بارے میں علم تھا پھر بھی جانتے بوجھتے ان عقوبت خانوں کو کام کرنے دیا گیا تاکہ اپنے سیاسی مفاد میں خلل نہ پڑے ۔ کیا ایسے صدر اور ایسے وزیراعظم کسی سزا کے مستحق نہیں ہیں؟ اور کیا خدا ان سربراہوں کو معاف کردے گا جو ایک قاتل اور خونی تنظیم کو جنم دینے کا باعث ہوئے' اس کے لئے فنڈز فراہم کئے اور انہیں اپنے مطلب کے لئے کلاشنکوف کی سیاست کرنے کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی ۔ یہ صحیح ہے کہ تشدد کی سیاست کا آغاز ایم کیو ایم سے نہیں ہوا ' اس سے پہلے ہی یہ رسم چل پڑی تھی لیکن ایم کیو ایم نے جو انتہا کردی اس کی طرف سے آنکھیں بند کرنے والے اصل مجرم ہیں اور جو جرائم ہوئے ہیں وہ ان کی اطلاع میں تھے اور ان کی منظوری سے ہوتے رہے ہیں ان کا احتساب کون کرے گا؟

جو فوجی آپریشن اس وقت کراچی میں ہوا ہے وہ خاصا ایک طرفہ نظر آتا ہے ۔ اس میں سارا زور ایم کیو ایم کے جرائم کی تشہیر اور ان کے مجرموں کی پکڑ دھکڑ پر ہے لیکن اعوان گروپ ' مروت گروپ' فرقہ وارانہ خون ریزی کے قاتل گروپ اور حکومتی مشینری میں گھسے ہوئے قاتل گروپوں کو بھی تو پکڑنے کی ضرورت ہے ۔ یہ سارے گروپ خود مارشل لاء نے پیدا کئے تھے اور مناسب ہوگا کہ اس ساری گندگی کو فوج ہی صاف کرے اور وہی یہ کام کر سکتی ہے بشرطیکہ دیانتداری سے کرنا چاہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ضیاء دور کے جرائم کا ازالہ اور کفارہ آج کا فوجی آپریشن کرسکے گا؟---- اگر یہ ازالہ اور کفارہ ادا کرنا ہے تو پہلے مرکز اور صوبہ ہر سطح پر ایک نیا انتظام قائم کرنا ہوگا جس میں ایسے لوگ نئے انتخابات کے ذریعے سامنے لائے جائیں جن کی ساکھ ہو اور جو ملک کو سیاسی گرداب سے نکال سکیں اور اس نئے مرحلے میں ایم کیو ایم کو بھی موقع دینا چاہیے کہ اپنی تطہیر اور تنظیم نو کر کے نئے باب کی ابتدا کرسکے (جاری ہے)

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا سلسلۂ تصانیف
استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ
ہر دردمند پاکستانی کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے
قیمت ۱۵ روپے
ملنے کا پتہ: انجمن خدام القرآن ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

مورخ اس قوم کے بارے میں کیا لکھے گا؟

امیر تنظیم اسلامی پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب جمعہ (۲۶ر مئی) کا پریس ریلیز

امیر تنظیم اسلامی پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ صدر غلام اسحٰق خان کے لئے اپنے سیاسی گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کا بس ایک موقع رہ گیا ہے۔ انہیں فوری طور پر قومی اور تمام صوبائی اسمبلیاں توڑ کر ایک خالص غیر سیاسی اور غیر جانبدار عبوری انتظامیہ کے تحت فوج کی نگرانی میں ایسے منصفانہ انتخابات کا انتظام کرنا چاہیے جو رائے دہندگان کی حقیقی پسند و ناپسند کے آئینہ دار ہوں لیکن اس اقدام کے ساتھ یہ شرط بھی لازم ہے کہ صدر کو اپنے کئے پر پشیمانی ہو اور آئندہ وہ ایک غیر متنازعہ صدر مملکت کا کردار ادا کرنے کا مصمم ارادہ کرلیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دار السلام باغ جناح میں اپنے خطاب جمعہ کا آغاز اس قلبی تاثر کے اظہار کے ساتھ کیا کہ پاکستان کے بارے میں پر امیدی کا تعلق ماضی اور مستقبل سے ہے ورنہ حال نے تو ہر باشعور پاکستانی کو شدید مایوسی سے دوچار کردیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حال اور حالات کا نقشہ یہ ہے کہ پوری قوم پر نفاق کی گہری چھاپ نظر آتی ہے جسے سیاسی عدم استحکام نے بہت مہلک بنا دیا ہے اور اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ ہم سیاسی نابالغوں کا ایک غول بن کر رہ گئے ہیں۔ وہ قوم بالکل بانجھ ہو چکی ہے جس نے ماضی قریب میں پورے برعظیم ہند و پاک کو عظیم قائدین کی صفوں کی صفیں مہیا کی تھیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ سیاسی عدم استحکام کے کوکھ سے جنم لینے والی افراتفری کی رہی سہی خرابی کو انتظامی مشینری کی نااہلی و ناکامی نے پورا کر دکھایا اور حال اب یہ ہوگیا ہے کہ عوام کے جان و مال کی محافظ پولیس کا کنڈا کھٹکھٹانا کسی شریف شہری کے بس کی بات نہیں رہی۔ وہ ہر نقصان برداشت کرلے گا لیکن پولیس کے ہاتھوں ذلت و رسوائی قبول کرنے کی ہمت نہیں کرتا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اس پر مستزاد نظام تعلیم کی مکمل تباہی اور دینی و دنیوی اعتبار سے سخت خسارے کا سودا معیشت کی یہ کیفیت ہے کہ قوم کا بال بال سودی قرضوں میں بندھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان حالات میں بھی ہم نے اپنے ماضی و مستقبل کے بارے میں ملنے والے مشیت ایزدی کے اشاروں کے سہارے امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا لیکن گزشتہ ایک ہفتہ کے واقعات نے اہل پاکستان کو ششدر کر کے مایوسی کے سیاہ اندھیروں میں دھکیل دیا ہے۔ کراچی میں ایم کیو ایم کے خلاف کارروائی میں منظر عام پر آنے والی داستانوں میں سفاکی' درندگی' بربریت' اور خوں آشامی کے مظاہر' نے قوم کو دہلا کر رکھ دیا ہے جن کا ایک ذمہ دار لندن میں آرام سے ہے جہاں خود وزیراعظم اس کی خدمت میں حسب سابق حاضری دے کر آئے ہیں اور دوسرا ذمہ دار جو صدر غلام اسحاق خان کا داماد بھی ہے' اپنے بال بچوں سمیت عزت و اکرام کے ساتھ لندن سدھار گیا۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ یہ بات بالکل سامنے کی ہے کہ سندھ میں ہونے والے ان تمام مظالم کی تمام تر ذمہ داری جام صادق' اس کے جانشینوں اور عرفان مروت کی ایم کیو ایم کے ساتھ ملی بھگت پر عائد ہوتی ہے جس کی براہ راست پشت پناہی سے صدر مملکت ایک دن بھی غافل نہیں رہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ایم کیو ایم سندھ کی حکومت میں حصہ دار ہے جس کا کردار سامنے آنے کے بعد صوبائی حکومت کے برقرار رہنے کا جواز صفر فی صد بھی نہیں رہا لیکن اسے مسلط رکھنے کے لئے ہر طرح کا جوڑ توڑ روا رکھا جا رہا ہے جبکہ وفاقی حکومت کو بھی قائم رہنے کا کوئی حق نہیں جو اگر بے خبر تھی تو دنیا کی نااہل ترین حکومت ہے' اور اگر سندھ کے حالات سے واقف تھی تو ان جرائم میں برابر کی شریک قرار دی جانی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ایم کیو ایم کے تمام اراکین قومی و صوبائی اسمبلی بھی اپنا استحقاق کھو چکے ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی ان شرمناک کارروائیوں میں شریک تھا یا نہیں لیکن یہ بات بہرحال ظاہر ہوتی کہ ان سب کا انتخاب دہشت گردی کی فضا میں ہوا ہے۔ ان تمام عوامل کے نتیجے میں لازم آتا ہے کہ ہماری وفاقی حکومت کو ایک دن کی بھی مہلت دینا ڈھٹائی سمجھی جائے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے زور دے کر کہا کہ اس سارے ہولناک ڈرامے میں سب سے بڑا کردار ہمارے چاق و چوبند بیوروکریٹ صدر نے ادا کیا ہے جس کی کہانی نے وہ زخم ایک بار پھر ہرے کردئے ہیں جو ایک مفلوج اور مغلظات بکنے والے بیوروکریٹ ملک غلام محمد نے قوم کے وقار کو لگائے جس پر مورخ حیرت کا اظہار کرنے پر مجبور ہوگا کہ وہ بھی کیا قوم تھی جس پر غلام محمد جیسے لوگ بھی حکومت کر گئے۔ انہوں نے کہا کہ صدر مملکت نے اپنی ساری غلط کاریوں کی تلافی کا آخری موقع استعمال کر کے اب بھی ہمارے حال پر رحم نہ کیا تو ملک پر مارشل لاء کے نفاذ کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہے گا جس کے بارے میں مرحوم ضیاء الحق سمیت سب کا اتفاق ہے کہ پاکستان کا آخری مارشل لاء ثابت ہوگا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ صدر اسحاق خان اپنے آپ کو پاکستان کا ٹھیکیدار سمجھنا چھوڑ دیں کیونکہ اس ملک خداداد کا ٹھیکیدار تو خود اللہ ہے یا پھر اس کے عوام۔ انہیں تو بلا تاخیر ملک کو ایک حقیقی نمائندہ حکومت دینے کا انتظام کرنا چاہیے تاکہ آئین بچ جائے اور یہ سسٹم جیسا کچھ بھی ہے' برقرار رہے ورنہ مارشل لاء آیا تو آئین کی بساط ایک بار پھر لپیٹ دی جائے گی۔

امیر تنظیم اسلامی نے بے نظیر بھٹو اور نوابزادہ نصر اللہ خان کے اس مطالبے کو بھی ناپختگی قرار دیا کہ ملک میں ایک قومی حکومت قائم کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ قومی حکومت بھی تو انہی عناصر پر مشتمل ہوگی جو اس الیکشن کے نتیجے میں سامنے آئے جس کا بھرم کھل چکا ہے۔ اب یہ کوئی راز نہیں رہا کہ آئی ایس آئی اور آئی جے آئی میں محض ایک درمیانی حرف کا فرق ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے آخر میں کہا کہ تازہ غیر جانبدارانہ الیکشن کی یہ تدبیر بھی ملک کو محض بحران سے نکالنے کا ذریعہ بن سکتی ہے ورنہ پاکستان کا استحکام صرف اور صرف ایک حقیقی اسلامی انقلاب میں مضمر ہے جس کی فکر نہ کی گئی تو یہ ملک اپنے جواز سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ ○○